اسلامی علوم کا ارتقاء

عہد سلطنت کے ہندوستان میں

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اسلامی علوم کا ارتقاء

عہد سلطنت کے ہندوستان میں

DATA ENTERED

REFERENCE,
(Not to be Issued
or Teken-Out of tho Library)

پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

29042
LIBRARY
Punjab University

www.KitaboSunnat.com

اسلامک بک فاؤنڈیشن
۱۷۸۱-حوض سوئیوالان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ:

Name of the Book	:	**Islami Uloom Ka Irtiqa Ahd-i-Sultanat Ke Hindustan Mein**
Name of Author	:	Zafrul Islam Islahi
Edition	:	1433AH / 2012AD
Published By	:	**Islamic Book Foundation** An Institute of Islamic Research & Publications 1781, Hauz Suiwalan, New Delhi - 110002
Pages	:	**144**
Price	:	**120/-**

نام کتاب	:	اسلامی علوم کا ارتقاء عہد سلطنت کے ہندوستان میں
مصنف	:	ظفر الاسلام اصلاحی
سن اشاعت	:	۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء
صفحات	:	۱۴۴
قیمت	:	120/روپئے
مطبع	:	ڈائمنڈ پرنٹرز، نئی دہلی
ناشر	:	

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۷۸۱-حوض سوئیوالان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

Mob : 09313780743

Email. ibookfoundation@gmail.com

Islamic Book Foundation

AN INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATIONS

1781, Hauz Suiwalan, New Delhi - 110002

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

29042

فہرست مضامین

	ابتدائی کلمات	۵
باب اول:	عہد سلطنت کے ہندوستان میں علم قراءت کا ارتقاء	۱۱
باب دوم:	علم قرآن عہد سلطنت کے ہندوستان میں	۳۲
باب سوم:	علم حدیث کا ارتقاء عہد سلطنت کے ہندوستان میں	۵۹
باب چہارم:	عہد سلطنت کی فقہی خدمات	۸۹
	کتابیات	۱۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(الفاتحہ/۱-۲)

(حمد وشکر اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے
نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے)

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاَ تَعْلَمُونَ شَيْئاً وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالأَبْصَارَ وَالأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

(النحل/۷۸)

(اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا اس حالت میں کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تمھیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے وسمجھنے والے دل دیئے تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی کلمات

ہندوستان میں مسلم حکومت کا زمانہ (عہد سلطنت ۱۲۰۶/-۱۵۲۶ء، عہد مغلیہ ۱۵۲۶/- ۱۸۵۷ء) بہت سی خصوصیات کا حامل رہا ہے۔ اس دور میں سیاسی و انتظامی اداروں کو جو ترقی ملی ان کی اپنی اہمیت ہے۔ فاتحِ سندھ محمد بن قاسم کے زمانہ سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو آخری عظیم مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ تک مسلم حکومت کی توسیع کا سلسلہ جاری رہا۔ پورے ہندوستان کو ایک سیاسی وحدت دینا اور پورے ملک کے نظم حکومت میں یکسانیت پیدا کرنا مسلم حکمرانِ ہند کی بہت بڑی دین رہی ہے، جس کے اثرات اب تک پائے جاتے ہیں۔ ان کا دوسرا اہم کارنامہ اہل علم وفن کے لیے ایسا سازگار ماحول فراہم کرنا تھا کہ وہ اپنے اپنے میدانوں میں علمی خدمات انجام دے کر مختلف علوم وفنون کے فروغ کا ذریعہ بن سکیں۔ عہد سلطنت کے ابتدائی دور میں علوم وفنون کا فروغ دہلی و دوسرے مقامات پر سکونت اختیار کرنے والے بیرونی علماء کا مرہون منت رہا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ ہندنژاد تعلیم یافتہ مسلمان اس لائق ہو گئے کہ وہ تدریسی اور تصنیفی وتالیفی کاموں میں حصہ لے سکیں۔ اِن علماء وفضلاء کی علمی خدمات کسی خاص دائرہ تک محدود نہیں تھیں بلکہ اس وقت کی فنی اصطلاح علوم نقلیہ وعقلیہ دونوں میدانوں میں ان کی علمی دلچسپیاں جاری ہوئیں لیکن معاصر تاریخی کتب وتذکروں سے یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ ان کی علمی دلچسپیوں کا خاص میدان اسلامی علوم رہا ہے۔ تدریسی مصروفیات ہوں یا تصنیفی وتالیفی مشاغل تفسیر، حدیث وفقہ ہی ان کی توجہ کا خاص مرکز بنے۔ ان علوم میں انھیں اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے مواقع نصیب ہوئے تو ان کی علمی فتوحات کا دائرہ اور وسیع ہوا۔ ایک جانب اسلامی علوم سے متعلق مضامین کے درس وتدریس کا سلسلہ قایم ہوا، مدارس کے علاوہ انفرادی تعلیمی مراکز کا فیض بھی جاری رہا، علماء وقت نے تدریس کے مشغلہ کو ایک عظیم دینی خدمت سمجھا اور بڑے ذوق وشوق سے اس میں حصہ لیا تو معاصر حکمرانوں نے اس خدمت انجام دینے والوں کی سرپرستی فرمائی اور مکاتب و مدارس کے قیام وانصرام میں کافی دلچسپی لی۔ علماء کی کوششوں اور اہل علم کے سلسلہ میں سلاطین کے حوصلہ افزا رویہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم کی روشنی شہروں وقصبوں کے علاوہ قریات میں بھی پھیل گئی۔

عہد زیر بحث کی علمی سرگرمیوں کا دوسرا اہم پہلو یہ تھا کہ بہت سے علماء نے علوم اسلامیہ کو تصنیف وتالیف کا موضوع بنایا اور اس کے لیے عربی وفارسی دونوں زبانوں کو اختیار کیا، تفسیر، حدیث وفقہ کی جو کتابیں اس زمانہ میں درس وتدریس کے لیے معروف ومقبول تھیں ان کی شروح وحواشی تیار کرنے کے علاوہ معاصر علماء وفضلاء نے ان علوم سے متعلق طبع زاد تحریریں بھی پیش کیں اور اسلامی علوم کا ایک ایسا قیمتی لٹریچر تیار کیا جو نہ صرف اس زمانہ کے لیے مفید ثابت ہوا بلکہ بعد کے دور کے لوگوں کے لیے بھی باعث افادہ بنا اور اہم بات یہ کہ آج بھی اس سے فیض یابی کا سلسلہ جاری ہے۔

پیش نظر کتاب میں اسلامی علوم کے ارتقاء میں عہد سلطنت کے علماء کی خدمات کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں سلاطین دہلی کا جو حصہ رہا ہے اسے بھی منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ چار ابواب پر مشتمل اس کتاب میں پہلا باب عہد سلطنت میں علم قراءت کے ارتقاء سے تعلق رکھتا ہے۔ بلاشبہ یہ قرآنی علوم کا بنیادی جز ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے متعلق مواد کی دستیابی بہت مشکل مسئلہ تھا لیکن مختلف قسم کے مآخذ کی چھان بین کے بعد شکر خدا کہ اچھا خاصا مواد مل گیا جو ایک مکمل باب کی صورت اختیار کر گیا، باقی تین ابواب کا تعلق علم قرآن، حدیث وفقہ سے ہے جو اسلام کے بنیادی علوم ہیں، عہد زیر بحث میں ان میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہرایک کے ارتقاء سے بحث کرتے ہوئے پہلے درس و تدریس سے متعلق علماء کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے، پھران کے تصنیفی وتالیفی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگران میں سے کسی سے متعلق کوئی مسئلہ دربار میں زیر بحث آیا ہے یا علماء کی مجلسوں میں موضوع بحث بنا ہے تو اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسلامی علوم پر عہد سلطنت کی کتابوں کا جائزہ لیتے ہوئے یہ صراحت کی گئی ہے کہ وہ عربی میں تصنیف کی گئیں یا فارسی میں۔ غیر مطبوعہ ہونے کی صورت میں یہ نشان دہی کی گئی ہے کہ ہندو بیرون ہند کے کن ذخائر کتب میں ان کے مخطوطات دستیاب ہیں، اس سلسلہ میں دیگر ضروری معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں۔

پیش نظر کتاب کے مشتملات سے ان شاء اللہ عہد سلطنت میں اسلامی علوم کے فروغ سے متعلق بعض غلط فہمیاں بھی دور ہوں گی۔ اول یہ کہ اس دور میں علم فقہ کے مقابلہ میں علم قرآن وحدیث کو نظر انداز کیا گیا اور دونوں علوم سے متعلق کوئی قابل ذکر تصنیفی وتالیفی کارنامہ انجام نہیں پایا۔ حقیقت یہ کہ اس وقت تعلیم کے مختلف مراحل میں تفسیری کتب داخلِ نصاب تھیں۔ علماء ومشائخ کی انفرادی مجالس میں قرآنی حقائق و معارف واضح کیے جاتے تھے۔ وعظ وارشاد اور تذکیری بیانات میں قرآن وحدیث کے حوالے دیے جاتے تھے اور اس وقت ملک میں بہت سے ایسے علماء موجود تھے جنھوں نے اپنی تصنیفی وتالیفی صلاحیتوں کو قرآنی علوم کی نشر واشاعت میں صرف کیا اور تفسیری لٹریچر کا معتدبہ ذخیرہ تیار کیا۔ یہ سب باتیں آئندہ تفصیل سے سامنے آئیں گی۔

حدیث سے متعلق بعض اہل قلم کی نگارشات سے یہ غلط تاثر ملتا ہے کہ عہد سلطنت میں نہ تو حدیث کی امہات کتب دستیاب تھیں اور نہ ان کے پڑھنے پڑھانے کا رواج تھا۔ حدیثی درسیات محض مشارق الانوار، مصابیح السنہ یا مشکوٰۃ تک محدود تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علماء نے اپنی تصنیفی وتالیفی صلاحیتوں کو اس میدان میں صرف کرنے میں دلچسپی نہیں لی۔ یہ سلسلہ عہد مغلیہ خاص طور سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م۱۶۴۲ء) کے زمانہ سے شروع ہوا جب حدیث کے درس وتدریس اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فن کی کتابوں کی تالیف پر توجہ دی گئی۔ ان تاثرات کے پیش نظر اِس کتاب میں عہد سلطنت میں حدیث کے میدان میں درس و تدریس اور تصنیفی و تالیفی سرگرمیوں سے متعلق مواد اکٹھا کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی اور مختلف النوع مصادر و مراجع کی تحقیق و تفتیش کے بعد اس موضوع پر معتد بہ مواد دستیاب ہو گیا اور ان کی روشنی میں عہد سلطنت میں علم حدیث کے ارتقاء پر تفصیلی معلومات پیش کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ ان تفصیلات سے یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ حدیث کے دوسرے مشہور مجموعے بھی عہد سلطنت کے ہندوستان میں دستیاب تھے اور ان کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ دوسرے علماءِ وقت نے مختلف طور پر حدیث کی اشاعت کی خدمت انجام دی۔ درس و تدریس کے علاوہ حدیث کے متداول مجموعوں کی شرحیں تیار کیں اور مختلف نہج سے حدیث کے نئے مجموعے مرتب کیے۔ مختصر یہ کہ حدیث کے باب میں جو تفصیلات پیش کی گئی ہیں وہ اس خیال کی تردید کے لیے کافی ہیں کہ عہد سلطنت میں حدیث پر بہت کم توجہ دی گئی۔ ناچیز کے خیال میں مباحث کے اعتبار سے یہ باب ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ ایک غلط تاثر کے عام ہونے کی وجہ سے اس موضوع پر معلومات اکٹھا کرنے میں اب تک بڑی بے اعتنائی برتی گئی ہے۔

اس کتاب کا آخری باب عہد سلطنت میں علم فقہ کی نشر و اشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شروع کے دور میں بعض وجوہ سے علماء نے اس علم پر کافی توجہ دی۔ سلاطین نے بھی اس کے فروغ میں خصوصی دلچسپی لی۔ مدارس میں فقہ کی درسیات کو نمایاں مقام ملا، علماء کی مجالس کے علاوہ شاہی دربار میں بھی فقہ کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی فقہ متعدد علماء کا پسندیدہ موضوع قرار پایا، جس کے ثمرات عربی و فارسی میں بیش بہا فقہی تالیفات کی صورت میں سامنے آئے۔ خاص بات یہ کہ منظوم فقہی کتب کی تالیف میں بھی دلچسپی لی گئی۔ اس عہد کی فقہی تالیفات کا ایک اہم حصہ عربی و فارسی فتاویٰ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعوں پر مشتمل ہے جو استفادہ کے نقطہ نظر سے قضاۃ، مفتیان اور عام علماء میں کافی مقبول ہوئے۔ ان مجموعوں کی تدوین وتالیف میں بعض سلاطین وامراء نے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور عہد سلطنت میں فتاویٰ کے بیشتر مجموعے انہی کے نام سے موسوم ہوئے۔ قدیم فقہی مسائل کی تشریح وتوضیح کے علاوہ ان فتاویٰ میں بہت سے عصری مسائل کی ترجمانی بھی ملتی ہے اس کی وجہ سے ان کے مشتملات کی قدر وقیمت اور بڑھ گئی ہے۔ یہ تمام مباحث آخری باب کے امتیازات میں سے ہیں۔

عہد سلطنت میں اسلامی علوم کے ارتقاء پر مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہوئے یہ کوشش کی گئی ہے کہ مباحث کو مستند مآخذ ومصادر کے حوالوں سے موکد کیا جائے بالفاظ دیگر کتاب میں یہ خاص اہتمام کیا گیا ہے جو بات کہی جائے سند کے ساتھ کہی جائے۔ اس کے لیے عربی وفارسی مآخذ کے علاوہ اردو وانگریزی کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں مرتبہ کتابیات سے واضح ہوگا۔ کتاب کے اولین تین ابواب پہلے مقالات کی صورت میں شایع ہو چکے ہیں۔ کتاب میں انھیں شامل کرنے سے قبل ان پر بھرپور نظر ثانی کی گئی ہے اور ان کے مباحث میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ کوئی انسانی کاوش خامیوں وغلطیوں سے مبرا نہیں ہوسکتی، ہم ان کی نشان دہی کے لیے قارئین کرام کے ممنون ہوں گے۔ اللہ کرے یہ حقیر کاوش ہندوستان میں مسلم عہد حکومت کی علمی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے باعث افادیت ثابت ہو اور مجھے دین وعلم دین کی خدمت کی توفیق نصیب ہو۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

ظفر الاسلام اصلاحی
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۳ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
۲۴ر جون ۲۰۱۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

عہد سلطنت کے ہندوستان میں علم قراءت کا ارتقاء

قرآن کریم مخزن رشد و ہدایت اور منبع علوم و معارف ہے۔ یہ ایسی مقدس و بابرکت کتاب ہے کہ اسے پڑھنا و لکھنا، یاد کرنا و سمجھنا، چھاپنا و شائع کرنا، اس کی تعلیمات کو پھیلانا و علمی خزانہ کو عام کرنا موجب سعادت و باعث رحمت ہے۔ اس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی، لکھی و شائع کی جانے والی کتاب ہے۔ اس عظیم ہدایت نامہ کے دو سب سے زیادہ معروف نام (القرآن والکتاب) سے خود اس کا یہ امتیازی وصف واضح ہوتا ہے۔ اہم بات یہ کہ بعض آیات شریفہ میں یہ دونوں نام ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں:

طٰسٓ تِلْکَ آیَاتُ الْقُرْآنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ (النمل/۱)

الٓرٰ تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِیْنٍ۔ (الحجر/۱)

قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ قراءت و کتابت دونوں سے اس کا بنیادی تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے انسان پر بطور ایک عظیم احسان وانعام ذکر کیا ہے کہ اسے پڑھنے لکھنے کی صلاحیتیں مرحمت ہوئیں۔ یہ دونوں چیزیں حصول علم واشاعت علم کے معروف ترین ذرائع ہیں اور جدید دور میں اکتساب و انتقال علم کے ذرائع میں ساری ترقیات کے باوجود ان دونوں بنیادی اسباب (زبان وقلم) کی اہمیت وعظمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ وہ ان ذرائع کو قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور علم قرآن کو سیکھنے سکھانے میں استعمال کرے۔ معلم انسانیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اسی حقیقت کا ترجمان ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ[۱]

(تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا)

یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن کے عہد مسعود سے ہی علم قرآن کی تحصیل وترویج میں مسلمانوں کی دلچسپیاں وسرگرمیاں جاری ہیں۔ واقعہ یہ کہ جس سرزمین میں مسلمانوں نے قدم رکھا اور جس ملک وعلاقہ میں بھی ان کی حکومت قائم ہوئی، وہاں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہوا اور علم قرآن کی اشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں۔ اس ضمن میں برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کا دور حکومت کوئی استثناء نہیں رکھتا۔

علم قرآن اپنے وسیع مفہوم میں ان تمام علوم کو شامل ہے جو قرآن پڑھنے و سمجھنے، اس کے معنی ومفہوم کو واضح کرنے اور اس کے علوم ومعارف کی اشاعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا وضروری مرحلہ قراءت وتلاوت ہے۔ اس اولین مرحلہ کی تکمیل کچھ اصول وضوابط پر منحصر ہے اور قرآن مجید پڑھنے میں انہی اصول کے برتنے کے طریقے سے بخوبی واقفیت کو علم قراءت یا تجوید کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صحت مخارج ودرستگی تلفظ کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھنا کہ اس کے الفاظ صحیح طور پر ادا ہو جائیں اور ان کا صوتی حسن نمایاں ہو جائے فن قراءت کہلاتا ہے اور اسے تلاوت کے زیور اور قرآن کی زینت سے تعبیر کیا جاتا ہے[۲]۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس ملک میں مسلم حکومت کے پہلے حصہ یعنی عہد سلطنت (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے بارے میں یہ عام تاثر پایا جاتا ہے کہ اس میں علم فقہ علماء کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا اور سلاطین کی علمی دلچسپیاں بھی خاص طور سے اسی علم کے میدان میں ظاہر ہوئیں۔ اس طرح اس دور کے پورے علمی ماحول پر فقہ کا غلبہ رہا اور تفسیر وحدیث کی جانب بہت کم توجہ دی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ تاریخی کتب اور علماء وفضلاء کے تذکروں میں جو مواد بکھرا پڑا ہے ان کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ فقہ کے علاوہ دوسرے علوم اسلامیہ میں بھی دلچسپی لی گئی اور ان کی اشاعت کے لیے کوششیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں۔ علم قرآن کے میدان میں بھی اس عہد کی خدمات بڑی وقیع وقابل قدر رہی ہیں جنھیں کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

عہد سلطنت میں ناظرہ قرآن کی تعلیم وحفظ قرآن کا اہتمام، فن قراءت کی تعلیم وتربیت، تفسیر کے درس اور اس موضوع پر تصنیف وتالیف اور علماء ومشائخ کی مجالس میں قرآنی آیات کی تشریح وترجمانی سے متعلق وافر مواد دستیاب ہے۔ پیش نظر باب میں محض علم قراءت کے فروغ میں اس عہد کی خدمات کا جائزہ مقصود ہے۔

مسلمانوں میں ناظرہ قرآن کی تعلیم کا اہتمام ہر دور میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا سب سے ضروری جز رہا ہے۔ برصغیر ہندو پاک میں مسلم حکومت کے اولین زمانہ سے ہی اس کا بخوبی اہتمام ہوتا تھا اور خاص بات یہ کہ صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھانے پر زور دیا جاتا تھا۔ عہد سلطنت میں مکاتب ومدارس میں یا انفرادی طور پر جو اساتذہ قرآن پڑھانے کے لیے مقرر کیے جاتے تھے وہ ماہرین قراءت ہوتے تھے اور انہیں ''مقری'' کہا جاتا تھا[۳]۔ اس عہد کے متعدد علماء کے لیے یہ لقب استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت ''قرآن خواں'' و ''خوش خواں'' کی اصطلاحیں بھی حسن قراءت کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے رائج تھیں اور دلچسپ بات یہ کہ بعض سلاطین وامراء بھی ''قرآن خواں'' کے لقب سے معروف ہوئے[۴]۔ تاریخی کتب وتذکروں سے اس بات کے واضح ثبوت ملتے ہیں کہ اس دور میں اس فن کے سیکھنے سکھانے میں کافی دلچسپی پائی جاتی تھی۔ مکاتب ومدارس کے علاوہ علماء ومشائخ اپنی تعلیمی وتربیتی مجالس میں بھی اس کا اہتمام کرتے تھے۔ سلاطین کی جانب سے وہ لوگ خصوصی انعام واکرام کے مستحق ہوتے تھے جو اس مبارک علم کی ترویج میں مصروف رہتے تھے۔ درحقیقت ہندوستان میں اس علم کی نشو ونما اس زمانہ سے شروع ہوئی جب یہاں مسلم حکومت کی داغ بیل پڑ رہی تھی، فاتح سندھ اور اس خطہ کے اولین مسلم حکمراں محمد بن قاسم کی فتوحات کے دوران سندھ میں فروکش ہونے والوں میں جنید بن عمرو مکی مقری بھی شامل تھے، یہ تبع تابعین اور مکہ کے ممتاز قاریوں میں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ صاحب العقد الثمین کے بیان کے مطابق مکہ میں اس زمانہ کے قاریوں میں انھیں امتیازی مقام حاصل تھا۔ یہ سندھ میں فتح کی مہم میں شریک رہے اور ان کے علم و فضل سے بھی لوگ مستفید ہوتے رہے۵۔ سندھ میں باقاعدہ مسلم حکومت کے قیام کے بعد حجاز اور عرب کے دوسرے حصوں سے علماء وفضلاء کے اس سرزمین میں ورود کا سلسلہ اور آگے بڑھا اور ان کے توسط سے اس خطہ میں دینی علوم وفنون کی اشاعت عمل میں آئی۔ ۱۳ویں صدی عیسوی کی ابتدا میں دہلی سلطنت کے نام سے ایک وسیع و مستحکم حکومت کے قیام کے بعد برصغیر میں دینی علوم وفنون کی اشاعت کی راہیں مزید ہموار ہوئیں، اس میں معاصر علماء وفضلاء کی مساعی جمیلہ کے علاوہ سلاطین وامراء کی علم دوستی ومعارف پروری کا بھی دخل رہا ہے۔ دہلی سلطنت کے بالکل اولین دور میں بعض غیر معروف مقامات پر قراءت سبعہ کے ماہرین کے پائے جانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شروع ہی سے علم قراءت کے فروغ میں دلچسپی لی گئی اور اس امکان سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سندھ میں عربوں کی حکومت کے دوران جو دینی وعلمی سرگرمیاں جاری ہوئیں اور اس خطہ میں مختلف مقامات (بالخصوص منصورہ، اچھ وملتان) پر ان کے جو مراکز وجود میں آئے ان کے اثرات عربوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی باقی رہے۶۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور سہروردی بزرگ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (۱۱۸۲-۱۲۶۲ء) نے کوٹ ارور جیسی چھوٹی جگہ پر سات طرز کے مطابق فن قراءت سیکھی تھی جیسا کہ ان کے تذکرہ میں ملتا ہے ۷۔ ان کی سن پیدائش (۱۱۸۲ء) کے لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے تعلیمی مراحل دہلی سلطنت کے قیام سے قبل ہی طے ہوئے ہوں گے۔ دوسرے بزرگ وچشتی سلسلہ کے مشہور صوفی شیخ حمید الدین ناگوری (م ۱۲۷۶ء) کے حالات میں ملتا ہے کہ وہ ناگور کے ایک گاؤں ''سوال'' (Suwal) میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں کی مسجد میں حفظ قرآن کا خاص اہتمام تھا اور فن قراءت کی مشق پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے بچوں کو خاص طور سے جمعہ کے دن اس مسجد میں بھیجتے تھے تاکہ کچھ دیر وہاں رہ کر حفاظ کے طرز قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے روشناس ہوں اور یہ دیکھیں کہ:

حافظاں چگونہ قرآن می خوانند مدوتشدید چگونہ نگاہ می دارند۸

یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بچپن میں بدایوں میں جس حافظ سے قرآن شریف پڑھا تھا، وہ شادی مقری نام کے نومسلم غلام تھے۔ شیخ کے اپنے بیان کے مطابق انھیں قراءات سبعہ کے مطابق قرآن حفظ تھا، دوسرے ان کی یہ کرامت بھی تھی کہ جو شخص ان سے قرآن کا ایک حصہ بھی پڑھ لیتا اسے پورا قرآن (حفظ کے ساتھ) پڑھنا نصیب ہوتا۔ (یک کرامت او بود کہ ہر کہ یک تختہ قرآن پیش او خواندے خدائے تعالی اورا تمام قرآن روزے کردے من ہم پیش او یک سیپارہ خواندہ ام ببرکت آں قرآن یاد شد")۹۔

یہاں یہ وضاحت برمحل معلوم ہوتی ہے کہ شادی مقری کے آقا خواجگی مقری لاہور کے رہنے والے اور فن قراءت سے بخوبی واقف تھے، وہ بچوں کو قرآن بھی پڑھاتے تھے۱۰۔ قرین قیاس یہی ہے کہ ان کے آقا ہی نے انھیں قرآن پڑھایا اور پھر بعد میں انھیں آزاد کردیا۔ اہم بات یہ کہ انھوں نے بدایوں منتقل ہونے کے بعد اپنے آقا ہی کی مصروفیت (بچوں کو قرآن پڑھانا) اختیار کی۱۱۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے غلاموں کی تعلیم پر کس قدر توجہ دیتے تھے۔ انھیں قرآن پڑھانے کا ایسا اہتمام کرتے تھے کہ وہ حافظ و قاری بن جاتے تھے۔ اوپر کی تفصیلات سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ برصغیر میں مسلم حکومت کے ابتدائی دور سے ہی مختلف شہروں و قصبوں بلکہ بعض قریات میں بھی حفاظ و قراء پائے جاتے تھے جو فن قراءت سکھانے میں دلچسپی لیتے تھے۔ اس عہد میں اس فن کے سیکھنے و سکھانے کی جو سرگرمیاں جاری ہوئیں ان سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس فن کی ترویج کے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔

عہد سلطنت میں علم قراءت کے فروغ میں مکاتب، مدارس اور تعلیم کے انفرادی مراکز کا کافی حصہ رہا ہے۔ یہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مکاتب یا تعلیم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی مراحل میں قرآن شریف پڑھانے کے لیے جو اساتذہ مقرر کیے جاتے تھے، وہ قراءت کے ماہر ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ معاصر تاریخی کتب وتذکروں میں مقری (ماہرین قرأت) کے بکثرت حوالے ملتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس فن کے سکھانے والوں کی کمی نہیں تھی اور یہ کہ انھوں نے مختلف ذرائع سے اس کی ترویج میں حصہ لیا۔ اس میں شبہ نہیں کی علم قراءت کے انفرادی طور پر سیکھنے سکھانے کا حوالہ زیادہ ملتا ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جاسکتا کہ مدارس میں پڑھائے جانے والے مضامین میں یہ شامل نہیں تھا۔ اول اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے نصاب تعلیم کی تفصیلات معاصر مآخذ میں بہت کم دستیاب ہیں اور اس ضمن میں جو کچھ مواد ملتا بھی ہے وہ تعلیم کی اعلیٰ سطح یا مدارس سے تعلق رکھتا ہے جب کہ یہ معروف ہے کہ قراءت کا فن عام طور پر تعلیم کے ابتدائی مرحلہ (مکتب) میں سکھایا جاتا تھا یا حفظ کے ساتھ اسے سکھانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ دوسرے یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ عہد زیر بحث میں تعلیم کے انفرادی مراکز زیادہ مقبول تھے۔ مختلف علوم وفنون کے ماہرین اپنے اپنے مقام پر یا کسی مرکزی جگہ میں درس وتدریس کی مجلسیں منعقد کرتے یا مروجہ فنون کے سکھانے کا اہتمام کرتے اور طلبہ وتشنگان علم اپنی دلچسپی کے مطابق متعلقہ فن کے استاد سے رجوع کرتے اور فیض یاب ہوتے ۱۲۔ دیگر علوم کے علاوہ قراءت کے میدان میں بھی یہ طریقہ تعلیم رائج تھا۔ ان سب باتوں کے ساتھ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ عہد فیروز شاہی کے مدارس میں پڑھائے جانے والے مضامین میں قراءت کا صاف طور پر ذکر ملتا ہے ۱۳۔ مزید براں اس عہد کے سب سے بڑے ومشہور مدرسہ مدرسہ فیروز شاہیہ کے صدر مولانا جلال الدین رومی کے اوصاف وکمالات میں ایک معاصر شاعر مطہر کڑہ نے جہاں اور بہت ساری باتیں بیان کی ہیں وہاں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ قراءت کے مختلف معروف طرق سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ ان پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔

راوی ہفت قراءت سند چاردہ علم　　شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار ۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ ذکر بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ فیروز شاہ تغلق کے پیشرو سلطان محمد بن تغلق کے عہد (۱۳۲۴-۱۳۵۱ء) میں مشہور سیاح ابن بطوطہ نے ہندوستان کا سفر کیا۔ اس نے جنوبی ہند کے ایک مقام ہنور (HINAUR) (ہندوستان کے مغربی ساحل پر گوا کے جنوب میں ایک قدیم بندرگاہ) کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہاں ۳۶ مدارس قائم تھے۔ جن میں ۱۳ خاص لڑکیوں کے لیے تھے اور اس سے اہم یہ کہ اس قصبہ کی عورتوں میں حفظ قرآن کا عام رواج تھا ۱۵۔ دہلی سلطنت کے آخری حصہ یا پندرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں مالوہ میں خلجی خاندان کی آزاد ریاست قائم تھی۔ اس کے ایک معروف حکمران غیاث الدین خلجی (۱۴۶۹-۱۵۰۰ء) تھے۔ فرشتہ کے بیان کے مطابق اس سلطان کے محل میں ہزاروں کنیزیں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال تھیں ۱۶۔ اتنی کثیر تعداد میں حافظات قرآن کے پائے جانے سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کسی مکتب یا مدرسہ کے تحت لڑکیوں کے لیے حفظ کرانے کا باقاعدہ نظم قائم تھا۔ اس ضمن میں یہ اضافہ بھی برمحل معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے شاہی غلاموں کی تعلیم و تربیت پر کافی توجہ دی تھی۔ اس نے حکومت کے وسائل سے ان کے لیے ناظرہ و حفظ قرآن و دینی تعلیم کا اہتمام کیا تھا اور ساتھ ہی انھیں دستکاری و مختلف حرفت کی تربیت دلانے کا نظم قائم کیا تھا۔ اس طرح یہ غلام معاصر مورخ عفیف کے بیان کے مطابق مختلف علوم و فنون سیکھ گئے اور ان میں بہت سے تکنیکی تربیت پا کر نکلے۔

(بعضے در کلام اللہ و حفظ و بعضے در علوم دینی و بعضے در قسم تحریر مشغول شدند و بعضے در خانہ کعبہ برحکم فرمان رفتند و بعضے را تسلیم طوائف کردند ایشاں حرفت و صنعت آموختند۔ موازنہ دو ازدہ ہزار نفر بندگان کاسب ہر جنس شدند) ۱۷

یہاں یہ واضح رہے کہ عہد زیر بحث میں حفظ قرآن کے ساتھ عام طور پر قراءت سکھانے یا تجوید کی مشق کرانے کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ اس لیے مدارس، انفرادی مراکز یا جہاں بھی حفظ کا نظم قائم تھا، ان سے لازمی طور پر علم قراءت کو بھی ترویج ملتی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی کے پیش نظر یہاں علم قراءت کی اشاعت کے ضمن میں حفظ قرآن کے اہتمام کی کچھ مثالیں پیش کی گئیں۔

عہد سلطنت میں علم قراءت کی ترویج واشاعت میں تذکیری مجالس اور وعظ وارشاد کی محافل کا بھی کافی حصہ رہا ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان میں مسلم حکومت کے اولین دور میں تذکیر و وعظ کا عام رواج تھا۔ علماء و مشائخ اس دینی کام میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ معاصر مآخذ میں اس خدمت انجام دینے والوں کا مذکران و واعظان کے نام سے بہ کثرت حوالہ ملتا ہے[۱۸]۔ ان کی تذکیر و تقریر یا وعظ وارشاد کے آغاز میں تلاوت قرآن کی روایت بہت ہی مستحکم رہی ہے اور یہ تلاوت باقاعدہ کسی خوش الحان حافظ یا قاری کے ذریعہ انجام پاتی تھی[۱۹]۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) کے ہم عصر و خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید شیخ نظام الدین ابوالموید کی مجلس تذکیر (جس میں وہ کم عمری میں شریک ہوئے تھے) کی کیفیت بیان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا کہ شیخ ابوالموید مسجد میں ورود فرما ہوئے، دو رکعت نماز ادا کی اور پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے ان کے مرید و خوش الحان قاری قاسم مقری نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اس کے بعد شیخ نے اپنے وعظ کا آغاز کیا[۲۰]۔ تقریباً اسی انداز پر ہر مذکر یا واعظ کی مجلس میں آغاز کلام کے وقت حاضرین کو حسن قراءت سے محظوظ کرنے کا اہتمام ہوتا تھا اور عام طور پر ہر عالم یا شیخ کی مجلس کے قاری متعین ہوتے تھے۔ خود شیخ نظام الدین اولیاء کے ارادت مندوں میں مولانا شہاب الدین مقری فن قراءت میں مہارت کے لیے مشہور تھے۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان کے مطابق ان کی آواز لحن داؤدی کا اثر رکھتی تھی، یہاں تک کہ ان کی خوش الحانی سے فضا میں اڑنے والے پرندے اور زمین پر چلنے والے مدہوش ہو جاتے، وہ جب امامت کرتے تو ان کی قراءت سن کر سلطان المشائخ پر رقت طاری ہو جاتی۔

(وخدمت مولانا ''شہاب الدین'' الحان داؤدی داشت کہ پرندہ در ہوا و جنبندہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برزمین بالحان خوش او مست و مدہوش می گشتند۔ خدمت مولانا شہاب الدین دریں امامت قرائتی لغایت رق وخوش خواند کہ سلطان المشائخ را رقتی پیدا شد(۲۱)۔

قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کی مجلس میں مولانا شہاب الدین ہی تلاوت قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے ہوں گے۔ مولانا عماد الدین بن حسام دہلوی عہد علائی کے نامور عالم وواعظ تھے۔ ان کا وعظ بڑی تاثیر رکھتا تھا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے۔ برنی نے ان کی مجلس وعظ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے شروع میں مولانا حمید و مولانا لطیف مقری ایسی خوش الحانی سے قراءت کرتے کہ سامعین مسحور ہو جاتے اور پرند آسمان سے نیچے اتر آتے اور ان کے وعظ سے لوگوں پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ ہر طرف آہ و بکا کی صدائیں بلند ہونے لگتیں۲۲۔ ان کے علاوہ عہد سلطنت میں سید نورالدین مبارک غزنوی، مولانا ضیاء الدین سنامی، شیخ بدرالدین اودھی، مولانا شہاب الدین خلیل، شیخ جلال الدین دہلوی، شیخ نصیرالدین چراغ دہلی، شیخ علاء الدین نیلی اودھی اور سید جلال بخاری مخدوم جہانیاں بھی تذکیر و وعظ کے لیے معروف تھے۔ ان کی مجالس تذکیر کا امتیاز یہ تھا کہ ان میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے جو قاری کی خوش الحانی اور واعظ کی جادو بیانی دونوں سے محظوظ ہوتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ان مجالس کے آغاز میں قاری جو آیت تلاوت کرتے اسی کو عنوان بنا کر مذکر اپنا وعظ یا بیان شروع کرتے اور آیات میں زیر بحث موضوع کی تشریح و توضیح میں احادیث و روایات سے بھی کام لیتے۔ اس طرح ان مجالس سے علم قراءت و علم تفسیر دونوں کی ترویج ہوئی۔ معاصر مورخین کے یہاں ان میں سے بعض مجالس کا خصوصی طور پر ذکر ملتا ہے۔ مولانا ضیاء الدین سنامی کے بارے میں برنی لکھتے ہیں کہ وہ عہد علائی کے مشہور و مقبول واعظین میں سے تھے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ وعظ و نصیحت میں گذرا۔ وہ وعظ میں عام طور پر قرآن کریم کی آیات تلاوت کر کے ان کا معنی و مفہوم بیان کرتے اور مزید وضاحت کے طور پر احادیث و روایات بھی پیش کرتے۔ ان کے وعظ کی ایسی تاثیر کہ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور آخر تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود رہتے ۲۳۔ اسی طرح مولانا شہاب الدین خلیل کے بارے میں معاصر مورخ کا بیان ہے کہ ان کا وعظ بھی زیادہ تر آیات قرآنی کی تشریح وترجمانی پر مبنی ہوتا، اسی کے ساتھ سبق آموز واقعات اور برمحل اشعار سے اپنے بیان کو ایسا دلنشیں بنا دیتے کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے ۲۴۔ ابن بطوطہ نے سلطان محمد بن تغلق کے معاصر و اودھ کے ممتاز عالم شیخ علاء الدین نیلی (جو بعد میں دہلی منتقل ہو گئے تھے) کی تذکیری مجلس کے بارے میں اپنا یہ مشاہدہ پیش کیا ہے کہ ہر جمعہ کو ان کی مجلس وعظ منعقد ہوتی جس میں لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے۔ وعظ کے شروع میں قاری کی خوش الحانی ان کی مجلس کی بھی ایک مستقل روایت تھی۔ ایک مجلس میں جس میں وہ خود شریک تھے قاری نے ان آیات کی تلاوت کی:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُم بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ" (الحج ۱/۲-۲)

ان آیات کی تلاوت سن کر شیخ علاء الدین پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ انھوں نے قاری سے بار بار ان کی تلاوت کی فرمائش کی ۲۵۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ مذکور خود بھی اس میدان کے ماہر تھے اور بعض اوقات اس خوش الحانی سے قراءت کرتے کہ ان کے پیر و مرشد (شیخ نظام الدین اولیاء) بھی سن کر جھوم جھوم جاتے ۲۶۔ اسی طرح شیخ بدر الدین اودھی، شیخ جلال الدین دہلوی اور بعض دیگر مذکرین کی مجالس کے ضمن میں شروع میں تلاوت قرآن اور دوران تذکیر آیات و احادیث اور اقوال سلف کی تشریح وترجمانی کا ذکر امر مشترک کے طور پر ملتا ہے۔

عہد زیر بحث میں صوفیاء و مشائخ کی خانقاہوں اور تربیتی مراکز کے ذریعہ بھی علم قراءت کو کافی ترویج ملی۔ ان کے تذکروں و ملفوظات میں اس فن کے سیکھنے سکھانے کے حوالے بہ کثرت دستیاب ہیں۔ ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے یہاں قراءت کی تعلیم وتمرین کی روایت بڑی مضبوطی سے قائم تھی۔ اس علم میں شیخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہاء الدین زکریا ملتانی اور شیخ حمید الدین ناگوری کی دلچسپی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مشہور چشتی بزرگ شیخ فرید الدین گنج شکر کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ اپنی خانقاہ میں مریدوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے اور قراءت کے اصول وضوابط بھی سکھاتے تھے ۲۷۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بچپن میں شادی مقری سے قرآن شریف پڑھا تھا لیکن جب وہ شیخ فرید الدین گنج شکر کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اجودھن میں ان کے جماعت خانہ سے منسلک ہوئے تو شیخ نے انھیں دوبارہ تجوید کے اصول وضوابط کے مطابق قرآن پڑھایا اور خود شیخ نظام الدین اولیاء کے بیان کے مطابق انھوں نے اس طور پر چھ پارے مکمل کیے ۲۸۔ اس کے علاوہ شیخ فرید نے جس توجہ ومحنت سے انھیں صحت مخارج کی مشق کرائی وہ کافی اہمیت رکھتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء اس مشق ومہارت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ''میں نے جب ان سے قرآن پڑھنا شروع کیا تو انھوں نے کہا کہ ''الحمد'' پڑھو جس طرح کہ میں پڑھتا ہوں، جب میں ''ولا الضالین'' تک پہنچا تو شیخ نے فرمایا کہ ''ضاد'' کی آواز اس طرح نکالو جیسے میں نکالتا ہوں'' کوشش کے باوجود مجھ سے اس کا صحیح عربی تلفظ ادا نہ ہو سکا لیکن شیخ محترم بار بار اس کی مشق کراتے رہے'' ۲۹۔ شیخ فرید کی خانقاہ میں صحیح تلفظ ولہجہ کے ساتھ قرآن پڑھنے کی یہ تربیت صرف شیخ نظام الدین اولیاء کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ وہاں ارادت مندوں کو صحیح قرآن پڑھنے کی مشق کرانا ایک عام معمول تھا۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان کے مطابق ان کی خانقاہ ہمیشہ حافظوں و مقریوں سے آباد رہتی تھی ۳۰۔ ظاہر ہے ان کی وجہ سے وہاں قراءت سیکھنے سکھانے کا ماحول گرم رہتا تھا۔

اپنے مرشد کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے شیخ نظام الدین اولیاء نے بھی علم قراءت کی ترویج میں خصوصی دلچسپی لی اور اپنی خانقاہ میں اس فن کی تعلیم وتربیت کا اہتمام رکھا۔ اس علم کی اہمیت واضح کرتے ہوئے وہ اپنے مریدین کو یہ تاکید کرتے تھے کہ قرآن شریف ترتیل وتدویر کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ خود ان کی وضاحت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق تدویر یہ ہے کہ اگر کسی آیت کو پڑھتے ہوئے قاری کو خاص لذت محسوس ہو یا اس پر رقت طاری ہو جائے تو اسے بار بار پڑھنا چاہیے ا۳۱۔ مزید برآں انھوں نے اس علم کی فضیلت اس انداز میں بھی بیان کی کہ حسن قراءت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے سننے سے جو سعادت نصیب ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں -انوار، احوال و آثار- سب سے پہلے پڑھنے والے کی روح پر عالم ملکوت سے انوار کا نزول ہوتا ہے۔ انوار کے بعد عالم جبروت سے قلوب پر احوال نازل ہوتے ہیں اور آخر میں عالم فلک سے جوارح (اعضاء بدن) پر آثار ظاہر ہوتے ہیں ۳۲۔ اس علم کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر وہ اپنے گھر والوں وارادت مندوں کو اسے سیکھنے کی خاص طور پر ترغیب دیتے اور انھیں صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھنے کی تاکید کرتے رہتے۔ ان کے اپنے گھر کے علاوہ عزیزوں ودوستوں کے بہت سے بچے ان کے زیر تربیت وکفالت رہتے تھے۔ انھوں نے شیخ علاء الدین مقری اندرپتی کی نگرانی میں ان سب کے لیے حفظ قرآن کا خصوصی اہتمام کیا ۳۳ اور جو بچے حفظ نہیں کر سکتے تھے انھیں مسجد میں بھیجتے تھے تاکہ وہ حفاظ وقراء کی قراءت سنیں اور اپنی قراءت درست کریں ۳۴۔ مزید برآں شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ سے شیخ شہاب الدین دہلوی اور مولانا علاء الدین نیلی جیسے متعدد ایسے خوش الحان قاری منسلک تھے جن کی قراءت سن کر لوگوں پر خاص رقت طاری ہو جاتی اور چرند وپرند بھی مسحور ہو جاتے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین اولیاء مولانا علاء الدین نیلی کی قراءت سن کر ایسا متاثر ومسرور ہوئے کہ انھیں اپنا مصلیٰ خاص بطور ہدیہ عنایت کیا ۳۵۔ ان سب کے علاوہ شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں دسترخوان پر بھی قراءت کی خوشگوار روایت قائم تھی۔ روزانہ کا یہ معمول تھا کہ کھانا شروع ہونے سے قبل کوئی خوش الحان قاری کچھ آیتیں تلاوت کرتے اور حاضرین اس سے محظوظ ہوتے۔ یہ مختصر قراءت ''دعاء مائدہ'' کے نام سے معروف تھی۔ عام طور پر یہ خدمت حافظ محمد وحافظ موسیٰ (شیخ فرید گنج شکر کے نواسے) اور خواجہ عزیز (شیخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام الدین اولیاء کے پھوپھی زاد بھائی) انجام دیتے تھے۔ ان قاریوں کی آواز میں بلا کا درد وسوز ہوتا۔ جب یہ حضرات کھانے سے قبل قرآن کی تلاوت کرتے تو شیخ نظام الدین اولیاء کی زبان سے مسلسل ''رحمت باد، رحمت باد'' کے الفاظ نکلتے رہتے ۳۶۔

اوپر کے مباحث سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ عہد سلطنت کے علماء وصوفیاء نے اپنے اپنے طور پر علم قراءت کے فروغ میں حصہ لیا۔ خاص طور سے صوفیاء کے مراکز میں اس فن کی تعلیم وتمرین کا جو اہتمام ہوتا تھا اس کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

عہد سلطنت میں علم قراءت کی ترویج میں سلاطین وامراء کا جو حصہ رہا ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس علم میں بعض سلاطین وامراء کی ذاتی دلچسپیاں ظاہر ہوئیں۔ انھوں نے خود اس علم کو سیکھا اور اس کی اشاعت کے لیے کوششیں کیں۔ بعض نے اس علم کے ماہرین کو اپنے دربار سے منسلک کیا اور ان کی قدر افزائی کی۔ دہلی سلطنت کے قیام کے بعد حکومت کی جانب سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو عطایا ووظائف دینے کا سلسلہ جاری ہوا۔ ان میں واضح طور پر ''اہل قراءت'' کا بھی ذکر ملتا ہے۔

سلطان قطب الدین ایبک (۱۲۰۶-۱۲۱۰ء) کا یہ فرمان ملاحظہ ہو:

''ادرارات ومشاہرات کہ مستحقان از اہل علم وفقہ وقراءت وزہد ومصلحان داشتند آں ہم برحال داشتن فرمود ومبلغ خطیر از زر وغلہ از خاص خویش بفرمود بنام مستحقان را تا ادرار کنند'' ۳۷

فرمان کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ اس طرح کے عطیہ دینے کا سلسلہ فتوحات کے زمانہ ہی میں قائم ہوگیا تھا۔ بعد کے دور میں یہ نہ صرف جاری رہا بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یہاں یہ ذکر بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ سلطان قطب الدین ایبک کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ وہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتا تھا اور اسی لیے ''قرآن خواں'' کے لقب سے معروف ہوا ۳۸۔ عہد فیروز شاہی کے ایک ممتاز امیر و اہم عہدہ دار ملک قبول کے لیے بھی بعض ماخذ میں ''قرآن خواں'' کا لقب استعمال کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی بہت اچھی آواز سے قرآن پڑھتے تھے۳۹۔ اسی نسبت سے ان کی ایما پر ترتیب دیا گیا، فتاوی کا مجموعہ ''فتاوی قرآن خوانی'' کے نام سے مشہور ہوا۴۰۔

سلطانہ رضیہ (۱۲۳۶-۱۲۳۹ء) عہد سلطنت کی خاتون حکمراں کی حیثیت سے کافی معروف ہیں، وہ پڑھی لکھی اور بڑی باصلاحیت خاتون تھیں۔ فرشتہ کے بیان کے مطابق وہ قرآن پڑھنے میں قراءت کے اصول و آداب کو ملحوظ رکھتی تھیں ۴۱۔ سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) نے شہزادوں کو حکومت کے نظم و نسق سے متعلق جہاں بہت ساری نصیحتیں کی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ اپنی حکومت کے مرکز کو علماء و مشائخ، تفسیر و حدیث کے ماہرین، حفاظ قرآن و مقریان اور واعظین و خطباء اور مختلف اہل فنون سے آباد رکھیں گے۔ (دارالملک خود را از علماء و مشائخ و سادات، مفسران و محدثان، حافظان و مقریان و مذکران و فاضلان و ماہران ہر ہنری پر کن ۴۲۔ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ (۱۲۹۶-۱۳۱۶ء) میں علم قراءت کی ترویج میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ عہد سلطنت کے مآخذ میں مقریان کا حوالہ سب سے زیادہ اسی دور سے متعلق ملتا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے عہد علائی کے متعدد ممتاز قاریوں کے نام پیش کیے ہیں، ان میں چند یہ ہیں - مولانا علاء الدین مقری، مولانا جمال الدین شاطبی، خواجہ زکی الدین دہلوی، مولانا حمید مقری و مولانا لطیف مقری ۴۳۔ اہم بات یہ کہ ان میں ایسے ماہرین قراءت بھی شامل تھے جن کی خوش الحانی اس وقت ضرب المثل بن گئی تھی، اور جن کی قراءت پر پورا ماحول متاثر و مسحور ہو جاتا تھا جیسا کہ اوپر کچھ مثالیں دی جا چکی ہیں۔ اس سے اہم یہ کہ معاصر مورخ نے عہد علائی کے دہلی کے قاریوں سے متعلق یہ تاثر پیش کیا ہے کہ وہ اپنے فن میں ایسے منفرد و ممتاز تھے کہ عراق و خراسان میں بھی ان کی ہمسری کرنے والا کوئی نہیں تھا (مثل ایشاں در خراسان و عراق نشان ندادہ اند ۴۴) یہاں یہ واضح رہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کی علم دوستی و معارف پروری کی شہرت سن کر مختلف علوم و فنون کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہرین نہ صرف ملک کے مختلف حصوں بلکہ بیرون ممالک سے بھی دہلی منتقل ہوئے اور سلطان کے انعام واکرام کے مستحق بنے۔ ان میں بہت سے باقاعدہ دربار سے منسلک کیے گئے۔ جہاں ان پر مزید داد و دہش کا سلسلہ جاری رہا۔ ان میں یقینی طور پر اہل قراءت بھی شامل تھے جیسا کہ برنی وغیرہ کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ عہد فیروز شاہی میں ان عطایا و وظائف کی تعداد ہزاروں سے لاکھوں تک پہنچ گئی جو حکومت کی جانب سے اہل علم وفن کے مختلف طبقوں (بشمول حفاظ و قراء) اور مستحقین و مساکین کو دیے جاتے تھے۔ اس دور میں بعض ایسے ماہرین قراءت گذرے ہیں کہ حجاز کے قاری بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ شیخ محمد بن محمد دمراجی معروف بہ نجیب الدین ہندی (م ۱۳۸۸ء) کے آباء واجداد عرب سے منتقل ہو کر دہلی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ نجیب الدین کی تعلیم و تربیت یہیں مکمل ہوئی۔ بعد میں وہ دہلی سے مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں انھوں نے قاری حرم شیخ عفیف دلاصی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا چاہا لیکن شیخ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ عجمیوں کو نہیں پڑھاتے کیوں کہ اہل عجم حروف کے مخارج صحیح طور پر ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ شیخ نجیب الدین نے کہا کہ پہلے میری قراءت سن لیں اور پھر آپ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ جب انھوں نے پڑھنا شروع کیا تو شیخ عفیف بڑے متعجب ہو کر کہنے لگے کہ مجھے آپ کے لب ولہجہ سے عرب نسل کی بو آ رہی ہے[۴۵]۔ عہد فیروز شاہی میں ہی حکومت کے ایک اہم رکن اور نائب وزیر ظفر خان کے بارے میں معاصر مورخ کی یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے اور فن قراءت میں اپنی مثال آپ تھے۔ جب وہ نماز یا دوسرے مواقع پر قراءت کرتے تو سامعین پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ خود برنی کے الفاظ میں:

''باری تعالیٰ ظفر خاں مذکور راہ بہ عفت وصلاح آراستہ و بہ دیانت وصیانت پیراستہ۔ حافظ کلام اللہ است و در قراءت قرآن عدیم المثال است و قرآن در نماز و غیر نماز چناں می خواند کہ سامعان را رقت می نماید و چشمہا از گریہ رواں می شود''[۴۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے قبل عہد فیروز شاہی کے مدارس میں حکومت کی جانب سے قراءت کی تعلیم کے اہتمام اور شاہی غلاموں کے لیے حفظ قرآن کے مخصوص نظم کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ بیان بھی گذر چکا ہے کہ ریاست مالوہ کے آزاد حکمراں سلطان غیاث الدین خلجی کے حرم میں ہزار کے قریب کنیزیں حفظ قرآن کی نعمت سے بہرہ ور تھیں۔ ظاہر ہے کہ اتنی کثیر تعداد میں حافظات قرآن کی موجودگی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حفظ کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہوگا۔

تغلق خاندان کی حکومت کے خاتمہ پر دہلی سلطنت کچھ عرصہ سیاسی انتشار و افتراق کا شکار رہی اور پھر یکے بعد دیگرے سید و لودھی خاندان کے سلاطین تخت دہلی پر متمکن رہے۔ ان کے دور حکومت بالخصوص سلطان سکندر لودھی (۱۴۹۸-۱۵۱۷ء) کے زمانہ میں دیگر علوم وفنون کے ساتھ علم قراءت کے میدان میں بھی سرگرمیاں جاری رہیں۔ گرچہ اس ضمن میں بہت زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں لیکن تاریخی ماخذ میں اس عہد کے کچھ ایسے ماہرین قراءت کا ذکر ملتا ہے جنھیں اس میدان میں امتیازی مقام ملا اور جن کے توسط سے اس علم کی مزید ترویج واشاعت ہوئی۔ ان میں محمد بن محمود مقری، راجح بن داؤد احمد آبادی[۴۷]، سلمان بن عفان مندوی، اور عبدالملک غزنوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر دونوں پندرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور آخر الذکر سولہویں صدی عیسوی کے نصف اول سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سلیمان بن عفان مندوی (م ۱۵۳۷ء) اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ ان سے قراءت سیکھنے والوں میں چشتی صابری سلسلہ کے مشہور صوفی شیخ عبدالقدوس گنگوہی بھی شامل تھے۔ صاحب اخبار الاخیار کے بیان کے مطابق وہ فن تجوید میں یکتائے زمانہ تھے۔ (وی درفن تجوید قرآن یگانۂ عصر بود[۴۸])۔ عبدالملک غزنوی (م ۱۵۵۶ء) کا اصل وطن غزنہ تھا اور ان کی تعلیم ہرات میں مکمل ہوئی۔ حفظ قرآن کے ساتھ فن تجوید میں مہارت حاصل کی اور اپنے زمانہ کے نامور قراء میں شمار ہوئے۔ سلطان سکندر لودھی کی طلب پر وہ ہندوستان آئے اور آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے جہاں اسلام شاہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ (۱۵۴۵-۱۵۵۲ء) تک ان کا فیض جاری رہا اور کثیر تعداد میں لوگ ان سے مستفید ہوئے ۴۹۔ اسلام شاہ کے معاصرین میں پیر سید محمد مکی بھی ایک ممتاز قاری تھے۔ قراءت کے سات معروف طریقے سے وہ بخوبی واقف تھے۔ علم قراءت میں ان سے استفادہ کرنے والوں میں نامور عالم ومورخ عبدالقادر بدایونی بھی شامل تھے ۵۰۔

اوپر کی تفصیلات کی روشنی میں بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عہد سلطنت میں شروع سے آخر تک علم قراءت میں دلچسپی کا ماحول قائم رہا۔ اس فن کے ماہرین کو کثرت کے ساتھ اس کے سیکھنے کے مختلف مواقع فراہم تھے۔ مکاتب ومدارس، علماء کی مجالس اور صوفیاء کے مراکز کے ذریعہ اس فن کی مشق وتمرین کا سلسلہ جاری رہا۔ علماء ومشائخ کے علاوہ بعض سلاطین وامراء نے بھی اس کی ترویج میں حصہ لیا۔ ان کی جانب سے اہل قراءت کی حوصلہ افزائی اور استادان قراءت پر انعام واکرام نے اس فن کو مزید فروغ بخشا، یہاں تک کہ دارالسلطنت ایسے ممتاز قراء کا مرکز بن گیا کہ دوسرے ممالک میں ان کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ عہد زیر بحث میں علم قراءت کے میدان میں دلچسپی کے ان تمام مظاہر اور مختلف طور پر اس کی ترویج کی کوششوں کے باوجود اس موضوع پر کسی چھوٹی بڑی کتاب کی تالیف کا ثبوت نہیں مل سکا جب کہ بعد کے دور (عہد مغلیہ) میں علم قراءت کی تعلیم وتمرین کے ساتھ اس سے متعلق تصنیفی وتالیفی سرگرمیاں بھی جاری ہوئی، جن کی تفصیل راقم نے اپنے ایک مقالہ میں پیش کی ہے ۵۱۔

حواشی ومراجع

۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر، باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمه۔

۲۔ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مطبعہ حجازی، القاہرہ، ۱۳۶۸ھ، ۱/۱۰۲-۱۰۳، عدنان زرزور، علوم القرآن، بیروت، ۱۹۸۴ء،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص۱۸۲، راغب الطباخ، تاریخ افکار وعلوم اسلامی (اردو ترجمہ: افتخار احمد بلخی) مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۳ء، ۱/ ۲۱۷-۲۲۴

۳ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ۳۵۵، امیر حسن سجزی، فوائد الفواد (تصحیح محمد لطیف) لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۲۶۲، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبع محمدی، دہلی، ۱۲۸۳ھ، ص ۴۹، سید محمد بن مبارک کرمانی (میر خورد)، سیر الاولیاء، لاہور ۱۹۷۸ء، ص ۲۸۵-۲۸۶

۴ فخر مدبر تاریخ فخر الدین مبارک شاہ (تحقیق وتصحیح ڈینی سن راس) کلکتہ، ۱۹۳۷ء، ص ۲۱، یحییٰ سرہندی، تاریخ مبارکشاہی، کلکتہ، ۱۹۳۱ء، ص ۱۳۴-۱۳۵، امیر حسن سجزی، محولہ بالا، ص ۳۲۳

۵ القاضی اطہر المبارکپوری، العقد الثمین فی فتوح الهند ومن ورد فيها من الصحابة والتابعين، مطبعہ حمیدیہ، سرائے میر، ۱۹۶۸ء، ص ۲۱۲

۶ سید ابو ظفر ندوی، تاریخ سندھ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء، ص ۳۶۹-۳۷۸، ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء، ص ۷۰-۷۲، قاضی اطہر مبارکپوری، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۷ء، ص ۱۵۳-۱۶۸، ۲۵۱-۲۵۳

۷ فضل اللہ جمالی، سیر العارفین، مطبع رضوی دہلی، ۱۳۱۱ھ، ص ۱۰۳، پروفیسر خلیق احمد نظامی، ہندوستان میں علوم قرآنی کا نشو ونما اور اسلامی معاشرہ پر اس کا اثر، معارف ۱۴۴/ ۱، جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۵

۸ سرور الصدور (ملفوظات شیخ حمید الدین ناگوری) قلمی نسخہ، حبیب گنج کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) ۲۱/ ۱۶۸، ورق ۵۵

۹ فوائد الفواد، محولہ بالا، ص ۲۶۱-۲۶۲، مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۴۴ء، ۱/ ۱۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰ فوائدالفواد، محولہ بالا، ص ۲۶۲

۱۱ مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۱/۱۳۴

۱۲ اس موضوع پر تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مضمون: عہد اسلامی کے ہندوستان میں تعلیم کے ذرائع، سہ ماہی تحقیقات اسلامی (علی گڑھ)، ۱۳/۱ جنوری-مارچ ۱۹۹۴ء، ص ۴۴-۶۴

۱۳ سیرت فیروز شاہی، نقل (مخطوطہ اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ) یونیورسٹی کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نمبر ۱۱۱، ص ۱۴۷، خلیق احمد نظامی، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۴۲۹

۱۴ ڈاکٹر وحید مرزا، دیوان مطہر، اورینٹل کالج میگزین (لاہور) ۱۱/۳، مئی ۱۹۳۵ء، ص ۱۳۶-۱۳۷

۱۵ رحلہ ابن بطوطہ، دارصادر، بیروت، ۱۹۶۴ء، ص ۵۵۵

۱۶ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ، تاریخ فرشتہ، نول کشور ایڈیشن، ص ۲۵۵

۱۷ شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۹۰ء، ص ۲۷۰

۱۸ برنی، محولہ بالا، ص ۳۵۶، ۴۳۵، ۵۵۹، فوائدالفواد، محولہ بالا، ص ۲۲۳

۱۹ مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۱/۱۷۹-۱۸۰

۲۰ فوائدالفواد، ص ۳۲۳

۲۱ سیر الاولیاء، محولہ بالا، ص ۳۰۰-۳۰۱، سید عبدالحئی، نزھۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۹۶۶ء، ۲/۵۶-۵۷

۲۲ برنی، ص ۳۵۶، نیز دیکھیے نزھۃ الخواطر، محولہ بالا، ۲/۹۰-۹۱، محمد اسحاق بھٹی، فقہاء ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱/۲۵۰

۲۳ برنی، ص ۳۵۶، رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، نول کشور، ۱۹۱۴ء، ص ۹۷-۹۸، نزھۃ الخواطر، محولہ بالا، ۲/۹۴-۹۵

۲۴ برنی، ص ۳۵۳، تذکرہ علماء ہند، ص ۲۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵ رحلہ ابن بطوطہ، ص۴۱۹-۴۲۰

۲۶ سیر الاولیاء، محولہ بالا، ص۲۸۵

۲۷ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مقالہ محولہ بالا، معارف، جولائی ۱۹۸۹ء، ص۴۲۰

K.A. Nizami, *Life and Times of Shaikh Fariduddin Ganj-i-Shakar,* Deptt. of history, A.M.U. Aligarh, 1955, pp.75,82

۲۸ فوائد الفواد، ص۲۷۵-۲۷۶، سیر الاولیاء، ص۱۱۶

۲۹ فوائد الفواد، ص۲۷۵-۲۷۶

۳۰ سیر الاولیاء، ص۱۱۷

۳۱ فوائد الفواد، ص۱۲۰، سیر الاولیاء، ص۴۴۶

۳۲ فوائد الفواد، ص۶۰، مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۲/۱۳۶

۳۳ سیر الاولیاء، ص۳۲۶، مناظر احسن گیلانی، ۲/۱۶۰-۱۶۱

۳۴ پروفیسر خلیق احمد نظامی، مقالہ محولہ بالا، ص۴۲۰

۳۵ سیر الاولیاء، ص۲۸۵

۳۶ سیر الاولیاء، ص۲۰۹، مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۳/۱۶۲

۳۷ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، محولہ بالا، ص۳۵

۳۸ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، محولہ بالا، ص۲۱، تاریخ ہندوستان کے مصنف مولانا ذکاء اللہ نے ''قرآن خواں سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ وہ قرآن کا حافظ تھا (تاریخ ہندوستان، شمس المطابع، دہلی، ۱۸۹۸ء، ۱/۳۷۲) جب کہ جناب محمد اسحاق بھٹی نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت خوب کرتا تھا (فقہائے ہند، محولہ بالا، ۱/۱۸)۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے خیال میں سلطان قرآن بہت اچھی آواز سے پڑھتا تھا، اس لیے وہ ''قرآن خواں'' کے لقب سے معروف ہوا (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص۸۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹ یحییٰ سرہندی، تاریخ مبارک شاہی، ص۱۳۴- ۱۳۵، شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی، محولہ بالا، ص۵۵۴-۵۵۵

۴۰ فہرست مخطوطات شیرانی، لاہور، ۱۹۶۹ء، ۲/۲۹۶

۴۱ تاریخ فرشتہ، محولہ بالا، ص ۶۸

۴۲ برنی، تاریخ فیروز شاہی (علی گڑھ ایڈیشن ۱۹۵۷ء) ص ۱۲۰

۴۳ برنی، ص۳۵۵-۳۵۶

۴۴ برنی، ص۳۵۵

۴۵ محمد عبدالحئ لکھنوی، طرب الاماثل بتراجم الافاضل، مطبع دبدبہ احمد، لکھنؤ، (بدون تاریخ) ص۲۸۳-۲۸۴، نزھۃ الخواطر، محولہ بالا، ۲/۱۴۴-۱۴۵

۴۶ برنی، ص۵۸۳

۴۷ سید عبدالحئ، نزھۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۹۸۹ء، ۴/۹۷-۹۸

۴۸ اخبارالاخیار، محولہ بالا، ص۲۲۱، نزھۃ الخواطر، محولہ بالا، ۴/۱۱۳-۱۱۴

۴۹ نزھۃ الخواطر، محولہ بالا، ۴/۱۹۱

۵۰ عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، کلکتہ، ۱۸۶۵، ۲۰/۲۱

۵۱ علم قراءت عہد وسطی کے ہندوستان میں، ششماہی علوم القرآن، ۵/۱ جنوری- جون ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۸-۱۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

علم قرآن عہد سلطنت کے ہندوستان میں

عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں مذہبی علوم وفنون کی نشر واشاعت اس کی علمی و تمدنی سرگرمیوں کا ایک اہم باب ہے۔ معاصر وغیر معاصر دونوں قسم کے مآخذ میں اس دور میں مذہبی علوم کی ترویج وترقی اور اصحاب علم وفضل کے کارناموں کی تفصیلات ملتی ہیں۔ اس دور بالخصوص اس کے پہلے حصہ کی بابت جو عہد سلطنت (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے عام طور پر (جیسا کہ پہلے باب میں بھی اشارہ کیا گیا) یہ مشہور ہے کہ اس میں فقہ علماء کی خصوصی توجہ کا مرکز بنا اور تدریسی و تصنیفی سرگرمیاں زیادہ تر اسی میدان میں نمایاں ہوئیں اور مزید یہ کہ سلاطین کی علمی دلچسپی کا مظہر بھی خاص طور پر فقہ ہی کا میدان رہا۔ اس سے فطری طور پر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اس عہد میں فقہ کے بالمقابل علم قرآن وحدیث کو نظر انداز کیا گیا یا انھیں وہ اہمیت نہ دی گئی جس کے یہ علوم دینیہ مستحق تھے لیکن تاریخی مآخذ اور علماء کے تذکروں میں اس عہد کی تدریسی و تصنیفی سرگرمیوں اور علمی خدمات سے متعلق جو مواد بکھرا پڑا ہے ان کے مطالعہ وتجزیہ سے ایک دوسرا تاثر ابھرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ فقہ کے ساتھ ساتھ تفسیر وحدیث کے میدان میں بھی معاصر علماء نے نہ صرف دلچسپی لی بلکہ ان علوم میں ان کے کارنامے قدر وقیمت کے اعتبار سے دوسرے مذہبی علوم سے کچھ کم نہ تھے[1]۔ یہ اور بات ہے کہ مورخین وتذکرہ نگار فقہی سرگرمیوں اور فقہاء کے کارناموں کو کچھ زیادہ نمایاں انداز میں پیش کرتے ہیں خواہ فقہ کی جانب اپنے ذہنی رجحان کی وجہ سے یا درباری وسیاسی حلقوں میں اس کی مقبولیت کی بنا پر یا کسی اور سبب سے۔ ذیل میں علم قرآن میں عہد سلطنت کے علماء کی دلچسپیوں اور ان کی تدریسی و تصنیفی خدمات کا ایک مطالعہ پیش کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارہا ہے، اس سے اس عہد میں قرآنی علوم کی نشر واشاعت کا کچھ اندازہ ہوگا اور اس میدان میں علماء وقت کے کارناموں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ زیر بحث موضوع کی تفصیلات میں جانے سے قبل یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ''علم قرآن'' ایک نہایت وسیع اصطلاح ہے یہاں میرا مطالعہ اس عہد کی درسیات میں قرآنی تعلیم کے مقام، علم تفسیر سے علماء کی رغبت اور فن تفسیر میں تصنیفی وتالیفی کارناموں کے جائزہ تک محدود ہوگا۔

مسلمانوں میں ناظرہ قرآن کی تعلیم کا رواج ہمیشہ رہا ہے اس ضمن میں عہد سلطنت کوئی استثنائی حیثیت نہیں رکھتا لیکن اس عہد کا امتیاز یہ تھا کہ فن تجوید یا صحت مخارج کے ساتھ قرآن پڑھانے کا اہتمام کیا جاتا تھا، معاصر مآخذ میں یہ صراحت ملتی ہے کہ اس وقت مکاتب ومدارس میں قرآن پڑھانے کے لیے ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جاتا تھا جو فن تجوید یا قراءت میں مہارت رکھتے تھے، یہ ماہرین فن ''مقری'' یا ''قرآن خواں'' کے لقب سے معروف ہوتے تھے[۲]۔ عہد سلطنت میں علم قراءت کے ارتقاء سے متعلق تفصیلات باب اول میں پیش کی جاچکی ہیں اس لیے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قرآن کی تعلیم اور اس کی نشر واشاعت سے جو علوم وابستہ ہیں ان میں کتابت قرآن کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے اس دور میں جب کہ طباعت کی سہولتیں مہیا نہ تھیں قرآن کی اشاعت کا یہی واحد ذریعہ تھا اس لیے اس فن کی ضرورت واہمیت اپنی جگہ مسلم تھی جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کتابت قرآن ایک نیک مشغلہ تصور کیا جاتا تھا اور خیر وبرکت کا ذریعہ بھی۔ اس لیے اس فن کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی اور اسے پروان چڑھانے میں دلچسپی لی گئی۔ جو لوگ اسے وجہ معاش کے طور پر اختیار کرتے تھے وہ اس کا معاوضہ کم سے کم حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ شیخ فخر الدین مروزی محمد بن تغلق کے معاصر اور ۱۴ویں صدی عیسوی کے نامور علماء میں سے تھے ان کا مستقل مشغلہ کتابت قرآن تھا وہ اپنے کتابت کردہ نسخوں کا ہدیہ صرف فی جزو چہار جیتل کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حساب سے وصول کرتے تھے جب کہ اس وقت بازار میں عام شرح کتابت فی جزو شش گانی تھی۔ اگر کوئی برکت کے طور پر ۴ جیتل سے زیادہ دینے کی کوشش کرتا تو اسے قبول نہ کرتے ۳۔ سلطان ناصر الدین محمود کی بابت معاصر مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ انیس سال تک اسی مشغلہ میں مصروف رہے اور اسی سے وجہ کفاف حاصل کرتے رہے ان کے بارے میں یہ بھی شہادت ملتی ہے کہ جب وہ اپنے نسخہ کو بازار میں ہدیہ کرنے کے لیے بھیجتے تو خریدار سے کاتب کا نام پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے تاکہ سلطان کا نسخہ سمجھ کر کوئی زیادہ قیمت نہ لگائے ۴۔ عہد سلطنت میں قرآن کی کتابت کے لیے نہ صرف عام طرز کتابت اختیار کیا جاتا تھا بلکہ اس میں کتابت کے اعلیٰ نمونے اور فن خطاطی کا مظاہرہ بھی کیا جاتا تھا۔ اسی دہلی میں جہاں قرآن کا مکمل نسخہ ایک یا دو تنکہ ہدیہ کے عوض دستیاب تھا ۵ بعض کاتبوں کے نسخہ کا ہدیہ پانچ سو تنکہ تک ہوتا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیان کے مطابق جلال الدین مانکپوری (متوفی ۱۳۲۵ء) کی کتابت اس قدر خوبصورت اور معیاری ہوتی تھی کہ ان کے کتابت کردہ قرآن کے نسخے دہلی میں بآسانی پانچ سو تنکہ ہدیہ میں فروخت ہو جاتے تھے ۶۔ یہ عین ممکن ہے کہ ان کے نسخے مطلا و مذہب بھی ہوتے رہے ہوں، اس دور میں کتابت قرآن میں دلچسپی اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ اس فن سے واقف نہیں تھے وہ قرآنی نسخوں کی تصحیح میں رغبت رکھتے تھے اور اس کو باعثِ سعادت تصور کرتے تھے ۷۔

قرآنی تعلیم کے ان ابتدائی مدارج اور قرآنی علوم کے ان سادہ مظاہر کے علاوہ اس ضمن میں اس عہد کے دوسرے کارناموں اور علماء کی خدمات کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ یہاں سب سے پہلے عہد سلطنت کی درسیات میں تفسیر کا مقام واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت کی درسیات کے بارے میں عام طور پر یہ مشہور ہے کہ اس میں فقہ کا عنصر غالب تھا اور یہ کہ مدارس اور علماء کے انفرادی مرکزوں میں فقہ ہی کی تعلیم پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ لیکن اس عہد کے نصاب کا تجزیاتی مطالعہ بالخصوص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ.

www.KitaboSunnat.com

فقہ وتفسیر کے نصاب کے موازنہ سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ تفسیر کا نصاب کسی بھی حیثیت سے فقہ سے کمتر نہ تھا۔ اس وقت فقہ کے مروجہ نصاب میں مختصر القدوری، مجمع البحرین ۸؎ اور ہدایہ تین کتابیں شامل تھیں اول الذکر دونوں کتابیں ''علم ضروری'' کے نصاب کا جز تھیں جس کی تکمیل کے بغیر کوئی اس زمانہ کی اصطلاح میں ''دانش مند'' کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا تھا ۹؎۔ ہدایہ علم ضروری سے آگے بڑھ کر ''فضل'' یا ''منتہیانہ'' درجہ کے نصاب میں شامل تھی ۱۰؎۔ اسی کے بالمقابل تفسیر کی درسیات میں بھی تین کتابیں۔ تفسیر مدارک، بیضاوی وکشاف۔ رائج تھیں ان تینوں میں کشاف کو خصوصی اہمیت حاصل تھی ۱۱؎۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آیات کریمہ کی ترجمانی و تشریح کے ضمن میں الفاظ کی لغوی تحقیق، وجوہ اعراب اور علم بیان ومعانی کے مسائل سے جس انداز سے اس میں بحث کی گئی ہے وہ دوسری تفسیروں میں نہیں ملتی، یہی وجہ ہے کہ لغوی ولسانیاتی تحقیق کے ساتھ فہم قرآن کا مادہ پیدا کرنے کے لیے یہ تفسیر بہت مفید سمجھی جاتی ہے گرچہ صاحب تفسیر کے عقائد ونظریات کی وجہ سے یہ ہمیشہ محل نظر رہی ہے۔ عہد زیر بحث میں اس کی مقبولیت کا ثبوت اس سے بھی فراہم ہوتا ہے کہ اس عہد کے متعدد ممتاز علماء (مثلاً فریدالدین شافعی، نصیرالدین محمود بن یحییٰ اودھی، شمس الدین یحییٰ اودھی، سید محمد کرمانی، قاضی عبدالمقتدر، قاضی شہاب الدین دولت آبادی وغیرہم) کے تذکروں میں درسی کتابوں کے ضمن میں خصوصیت سے کشاف کے پڑھنے پڑھانے کا حوالہ ملتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض معاصر صوفی لٹریچر سے جہاں اس تفسیر کی مذمت ظاہر ہوتی ہے وہیں صوفیوں کے حلقوں میں اس کے پڑھنے پڑھانے اور مطالعہ کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے ۱۲؎۔ خود شیخ نظام الدین اولیاء اور ان کے مریدوں کے ضمن میں اس کے متعدد تذکرے مآخذ میں موجود ہیں، اس تفسیر سے شیخ کی دلچسپی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے ایک مرید رکن الدین چغمر نے جو خوشخط کے لیے مشہور تھے درسی کتابوں میں خاص طور سے کشاف کا قلمی نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا جسے انھوں نے بخوشی قبول کیا ۱۳؎۔ بہرحال اپنی فنی خصوصیات کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے تفسیری درسیات میں کشاف کی مقبولیت پورے عہد سلطنت میں باقی رہی اور علماء کی اس سے دلچسپی برقرار رہی اور قابل غور امر یہ ہے کہ اسے عمومی درسیات سے اس وقت خارج کیا گیا جب کہ مغل دور کے آخر میں درسی نصاب ترمیمی مراحل سے گذرا[۱۴]۔ البتہ کشاف سے مناسبت قائم رکھنے کے لیے تفسیر بیضاوی (جو اصلاً تفسیر کشاف و رازی سے مستفاد ہے) کے منتخب اجزاء باقی رکھے گئے[۱۵]۔ ان تفصیلات سے یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ عہد سلطنت میں تفسیری نصاب دیگر دینی علوم سے کمتر نہ تھا اور اگر تفسیری نصاب کا اختصار یا ہلکا پن تسلیم بھی کرلیا جائے تو یہ حقیقت نگاہوں سے نہیں اوجھل ہونی چاہیے کہ اس وقت کی درسیات زیادہ تر تمرینی نوعیت کی تھیں اور ان سے مقصود طلبہ میں سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنا اور مطالعہ کی استعداد بڑھانا تھا تاکہ وہ از خود مختلف مضامین کی کتابیں پڑھنے اور ان کے مطالب گرفت کرنے کے لائق ہوجائیں اسی نقطۂ نظر سے ہر فن کی منتخب کتابیں نصاب میں رکھی جاتی تھیں جو عموماً مجمل اور لغوی و فنی اعتبار سے پیچیدہ ہوتی تھیں، غور و فکر کا عادی بنانے اور قوت فہم تیز کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا کہ ہر مضمون کے لیے لمبا چوڑا نصاب متعین کیا جائے یا درسیات میں کتابوں کی لمبی فہرست شامل کی جائے۔

عہد سلطنت میں نہ صرف یہ کہ تشریح و ترجمانی کے ساتھ قرآن کی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا اور تفسیر درسیات کا ایک لازمی جز تھا بلکہ اس فن میں گہری دلچسپی اور مہارت تامہ رکھنے والے علماء و فضلاء بھی اس وقت پائے جاتے تھے، انھوں نے خواہ مدارس میں مسند تدریس کو زینت بخشا یا انفرادی مجالس کے ذریعہ علم کی روشنی پھیلائی۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ ان کے ذریعہ قرآن فہمی کا ذوق پروان چڑھا اور فن تفسیر کو رواج ملا اور اہم بات یہ ہے کہ ان میں ہندوستانی نژاد علماء بھی شامل تھے جو اُسی تعلیمی نظام کے پروردہ اور مروجہ درسیات سے فیض یافتہ تھے جس سے علم تفسیر و حدیث سے پہلو تہی منسوب کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے مسلم عہد کے ابتدائی دور کے علماء تفسیر میں سید محمد اسمٰعیل بخاری (متوفی ۱۰۵۶ء) کا نام سرفہرست آتا ہے جو محمود غزنوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹۹۸-۱۰۳۰ء) کے معاصرین میں سے تھے یہ اصلاً بخارا کے رہنے والے تھے جیسا کہ ان کی نسبت سے واضح ہے اور ۱۱ویں صدی کے شروع (۱۰۰۴ء) میں لاہور میں سکونت پذیر ہوئے ہمارے مآخذ کا عام طور پر اس پر اتفاق ہے کہ وہ علم تفسیر و حدیث دونوں میں خصوصی دستگاہ رکھتے تھے اور لاہور میں پہلے پہل ان علوم کی اشاعت انھیں کی مرہون منت تھی ۱۶۔ سلطان شہاب الدین غوری (۱۱۷۵- ۱۲۰۶ء) کے معاصرین میں سید مرتضیٰ کوفی (متوفی ۱۱۹۴ء) تفسیر و حدیث کے مشہور عالم گزرے ہیں۔ ان کی علمی صلاحیت بالخصوص دینی علوم میں مہارت سلطان کی توجہ کا باعث بنی اور وہ مقربین بارگاہ میں شامل کیے گئے، ان میں سپاہیانہ اوصاف بھی بدرجہ اتم پائے جاتے تھے اس لیے سلطان نے ان کے علم و فضل سے استفادہ کے علاوہ اپنے فاتحانہ اقدامات میں بھی ان کی صلاحیتوں کو استعمال کیا ۱۷۔ بیرون ہند سے آنے والے علماء میں جو علم تفسیر میں اپنا امتیاز رکھتے تھے مولانا نجم الدین دمشقی بھی شامل ہیں۔ یہ سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) کے زمانہ کے مشہور علماء میں سے تھے معاصر مورخ ضیاء الدین برنی کے بقول یہ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کے شاگرد تھے اور سلطان کو ان سے خاص عقیدت تھی ۱۸۔ ایک دوسرے مورخ نور الحق دہلوی نے انھیں امام رازی کے ''شاگرد خاص'' کی حیثیت سے ذکر کیا ہے ۱۹۔ علم تفسیر میں نجم الدین دمشقی کی دلچسپی اور سلطان کا ان سے تعلق یقیناً اس علم کی اشاعت کا سبب بنا ہوگا۔ یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ غیاث الدین بلبن نے اپنے بیٹوں (شہزادہ محمد و محمود) کو مختلف موقعوں پر جو نصیحتیں کی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ انھیں اپنے دار السلطنت کو علماء و مشائخ، مفسرین و محدثین اور دوسرے اہل علم و ہنر سے معمور رکھنا چاہیے ۲۰۔

سلاطین دہلی میں علاء الدین خلجی کا زمانہ (۱۲۹۶-۱۳۱۶ء) علمی و تمدنی ترقی کے لیے معروف ہے۔ ضیاء الدین برنی کے بیان کے مطابق تفسیر، فقہ و اصول فقہ اصول دین و معقولات، نحو و لغت اور کلام و منطق جیسے مختلف علوم میں ید طولیٰ رکھنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے علماء اس وقت زینت آرائے دارالسلطنت تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے فن میں یگانہ و منفرد تھا یہاں تک کہ معاصر اسلامی دنیا میں ان کا ہمسر ملنا مشکل تھا۔ خود برنی کے اپنے الفاظ میں ''و در تمامی عصر علائی در دارالملک دہلی علماء می بودند کہ آنچناں استادان کہ ہر یکی علامہ وقت و در بخارا و در سمرقند و بغداد و مصر و خوارزم و دمشق و تبریز و سفاہان و رے و روم و در ربع مسکوں نباشند ۲۱۔ قرآن کی تشریح و ترجمانی اور اس کی تفسیر میں عہد علائی کے جن علماء کو خصوصی ملکہ حاصل تھا ان کے ضمن میں مذکور مورخ نے مولانا ضیاء الدین سُنامی اور مولانا شہاب الدین خلیل کا ذکر کیا ہے۔ اول الذکر اپنے تبحر علمی اور شریعت کی سخت پابندی کے لیے مشہور تھے ہفتہ میں ایک روز ان کی خصوصی مجلس منعقد ہوتی تھی جس میں ہزاروں لوگ ان کے وعظ و نصیحت سے مستفید ہونے کے لیے شریک ہوتے تھے۔ اس مجلس میں وہ خاص طور سے قرآنی آیات پیش کرتے اور ان کے معانی و مطالب کی وضاحت فرماتے ۲۲۔ ان کی کتاب ''نصاب الاحتساب'' میں بھی قرآنی آیات و احادیث نبوی کے جابجا حوالے ملتے ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر فن تفسیر میں ان کی مہارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''للسنامی الید البیضا فی تفسیر القرآن و کشف حقائقه'' ۲۳۔ مولانا شہاب الدین خلیل بھی اس عہد کے مشہور مذکرین (واعظین) میں سے تھے ان کے درس کا بیش تر حصہ قرآنی آیات کی وضاحت پر مشتمل ہوتا تھا جو یقیناً فہم قرآنی میں ادراک اور قرآنی تعلیمات میں ان کی دلچسپی کا مظہر تھا ۲۴۔ اسی دور کے ایک دوسرے عالم فریدالدین شافعی اودھی تھے۔ عربی زبان و ادب اور علوم دینیہ بالخصوص علم تفسیر میں اپنی مہارت کے لیے ممتاز تھے، اودھ کے شیخ الاسلام تھے اور اسی کے ساتھ تعلیمی و تدریسی مصروفیات بھی جاری رہتی تھیں، مروجہ کتب میں خاص طور پر وہ کشاف کے درس کے لیے مشہور تھے ان کے تفسیری درس سے اودھ کے متعدد معاصر علماء مستفید ہوئے ۲۵۔ عہد علائی کے علماء میں قاضی محی الدین کاشانی (متوفی ۱۳۱۹ء) بھی علوم تفسیر، حدیث و فقہ میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے، اپنے علم و فضل اور تدریسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصیات کی وجہ سے ''استاد شہر دہلی'' کے لقب سے مشہور تھے، شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں میں سے تھے اور ان کی مجلس میں احادیث کی تشریح فرماتے تھے اور اس ضمن میں قرآنی آیات سے مثالیں بھی پیش کرتے تھے ۲۶۔

خلجی خاندان کے مثل تغلق سلاطین کا زمانہ حکومت بھی علمی سرگرمیوں کے لیے معروف رہا ہے۔ ان سلاطین میں محمد تغلق (۱۳۲۴-۱۳۵۱ء) اور فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱-۱۳۸۸ء) نے علوم وفنون کی اشاعت میں بڑی دلچسپی لی اور خاص طور سے مذہبی علوم ان کی توجہ کا مرکز بنے ۲۷۔ یہ عہد بھی علم تفسیر کی ترویج اور علماء تفسیر کی تعداد کے اعتبار سے دور سابق سے کمتر نہ تھا اس عہد کے اساتذہ تفسیر میں خصوصیت سے مولانا شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی (متوفی ۱۳۴۶ء) شیخ علاء الدین نیلی اودھی (متوفی ۱۳۶۱ء) شیخ نصیر الدین محمود بن یحییٰ اودھی (متوفی ۱۳۵۶ء) کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اول الذکر دونوں ماہر کشاف مولانا فرید الدین شافعی کی علمی مجلس کے فیض یافتہ اور ان کے ممتاز شرکاء درس میں سے تھے۔ ان دونوں نے تحصیل علم کے بعد دہلی میں درس و افادہ کا سلسلہ شروع کیا اور تفسیر کے بہترین استاد کی حیثیت سے مشہور ہوئے ۲۸۔ گرچہ اس بات کا قطعی ثبوت نہیں ملتا کہ شیخ نصیر الدین محمود نے مولانا فرید الدین سے کشاف کی تعلیم حاصل کی لیکن یہ صراحت ضرور ملتی ہے کہ ان کے اساتذہ میں مولانا شمس الدین محمود بن یحییٰ (تلمیذ مولانا فرید الدین) بھی شامل تھے۔ شیخ نصیر الدین کا محبوب مشغلہ درس وتدریس تھا اور مذکورہ بالا علماء اودھ کے مثل ان کی تدریسی خدمات بھی دہلی میں جاری ہوئیں۔ ان سے کشاف پڑھنے والوں میں اس عہد کے مشہور عالم قاضی عبد المقتدر دہلوی بھی تھے جن سے صاحب تفسیر بحر مواج قاضی شہاب الدین دولت آبادی جیسے متبحر علماء نے استفادہ کیا ۲۹۔ شیخ نصیر الدین محمود کے خلفاء اور محمد تغلق کے معاصرین میں شیخ کمال الدین علامہ دہلوی (متوفی ۱۳۵۶ء) علم تفسیر وحدیث میں خصوصی دستگاہ رکھتے تھے۔ تذکرہ نگاروں کے خیال میں وہ تفسیر و حدیث وفقہ میں غیر معمولی تبحر کی وجہ سے ''علامہ'' کے لقب سے مشہور تھے صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ علماء ہند کے الفاظ میں ''وچونکہ وی بحدیث وتفسیر وفقہ واصول یگانۂ روزگار بود ویر اعلامی گفتند'' ۳۰؎ شیخ یوسف ملتانی دہلوی (متوفی ۱۳۷۳ء) بھی جن کی علمی خدمات محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق دونوں کے عہد سے تعلق رکھتی تھیں، علوم دینیہ (تفسیر، حدیث وفقہ) کے ماہرین میں شمار کیے جاتے تھے حدائق الحنفیہ کے مصنف کے بقول وہ ''عالم علوم ربانی اور ماہر فقہ وحدیث وتفسیر تھے'' ۳۱؎۔ فیروز شاہ کے زمانہ میں جو دینی علوم کی نشر واشاعت کے لیے پورے عہد سلطنت میں سب سے زیادہ مشہور ہے مولانا جلال الدین رومی قرآنی علوم سے پوری طرح بہرہ ور تھے اسی خصوصیت کی بنا پر سلطان نے انھیں دارالسلطنت کے عظیم الشان مدرسہ، مدرسۂ فیروز شاہی میں تدریس کی خدمت تفویض کی جس میں وہ تاحیات مصروف رہے اور علم تفسیر وحدیث وفقہ کی اشاعت کرتے رہے۔ ان کی تدریسی خدمات سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے جن میں شیخ یوسف بن جمال ملتانی (متوفی ۱۳۸۸ء) بھی شامل تھے۔ معاصر مورخ برنی ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ومولانا جلال الدین رومی کہ بس استادی متفنن است دایماً در منصب افادت سبق علوم دینی می گوید ومتعلمان راہموارہ تعلیم می کنند وتفسیر و حدیث وفقہ می خوانند'' ۳۲؎۔ عہد فیروز شاہی میں قرآنی علوم کی ترویج وترقی اس سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ بعض وزراء (مثلاً تاتارخاں) نے بھی علم تفسیر میں دلچسپی لی اور علماء کی ایک منتخب مجلس کی مدد سے تفسیر کا ایسا ضخیم مجموعہ (تفسیر تاتارخانی) مرتب کرایا جو ہر آیت کی تشریح سے متعلق گزشتہ تمام مفسرین کے خیالات اور ان کی اختلافی رایوں کی وضاحت پر مشتمل تھا ۳۳؎۔ ظاہر ہے کہ ایسی تفسیر کی ترتیب عمل میں نہیں آسکتی تھی اگر ماہرین قرآنیات کی ایک جماعت اس وقت موجود نہ ہوتی۔

۱۴ویں صدی عیسوی کے ہندوستان میں تغلق سلاطین کی معارف پروری اور معاصر علماء کی توجہ سے علم تفسیر ودیگر مذہبی علوم سے جو دلچسپی بڑھ گئی تھی وہ اس دور کے خاتمہ پر انتشار کے حالات میں یقیناً کچھ متاثر ہوئی لیکن بعد میں لودی سلاطین بالخصوص سلطان سکندر لودی (۱۴۹۸-۱۵۱۷ء) کی علم دوستی اور علوم وفنون کی اشاعت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان کی رغبت سے علمی سرگرمیاں بحال ہوئیں اور مذہبی علوم کی ترقی کے مواقع پھر پیدا ہوئے۔ اس دور میں حدیث وفقہ کے ساتھ تفسیر کے میدان میں علماء کی دلچسپیاں بڑھیں جیسا کہ معاصر مآخذ سے اس کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ ۱۵ویں صدی کے نصف اول میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی (متوفی ۱۴۴۵ء) نے اپنی علمی فضیلت اور تدریسی و تصنیفی خدمات کے لیے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ان کا مولد دولت آباد تھا، تعلیم وتربیت کی تکمیل دہلی میں ہوئی اور ان کی علمی سرگرمیاں جونپور میں جاری ہوئیں جو اس وقت شرقی سلطنت کا پایہ تخت اور علم وفضل کا مرکز تھا۔ سلطان ابراہیم شرقی (۱۴۰۱-۱۴۴۰ء) ان کے تبحر علمی سے بہت متاثر تھا، یہی وجہ ہے کہ اس نے انھیں ''ملک العلماء'' کے خطاب سے نوازا اور ان کی قدر ومنزلت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ انھوں نے مختلف موضوعات پر تالیفی کارنامے انجام دیے اور ایک تفسیر بھی مرتب کی جس کا مفصل ذکر بعد میں آئے گا۳۴۔ قاضی شہاب الدین کے ہم عصروں میں شیخ حسام الدین مانک پوری (متوفی ۱۴۴۹ء) فہم قرآن کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ اس عہد کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور شرعی علوم سے مزین تھے، وہ قرآن میں غور وفکر کرتے اور اس کے معانی ومطالب کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اس سلسلہ میں ان کے اہتمام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ تفسیر مدارک اپنے پاس رکھتے تھے اور جب بھی کسی آیت کے سمجھنے میں دشواری محسوس ہوتی تو وہ اس تفسیر سے رجوع کرتے مزید براں وہ بار بار اس نکتہ پر زور دیتے تھے کہ معنی ومطلب کی جانکاری کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں ایک خاص لطف ملتا ہے۳۵۔ مشائخ کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے عالم جو سکندر لودی کے ہم عصر اور ۱۵ویں صدی میں علم تفسیر میں دلچسپی اور تفسیری کتب کے درس کے لیے مشہور تھے وہ خواجہ حسین ناگوری (متوفی ۱۴۹۶ء) تھے۔ یہ شیخ حمید الدین ناگوری کی خاندان سے تھے اور بقول شیخ عبدالحق محدث ''جامع شریعت وطریقت'' تھے۔ مروجہ علوم کی تکمیل کے بعد اپنے وطن ناگور میں ارشاد وتلقین اور علوم دینیہ کی اشاعت میں مصروف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے۔ ان کے روزانہ کے معمولات میں تفسیر مدارک کا درس بھی شامل تھا جس کا وہ خاص اہتمام فرماتے تھے، ان کی تصنیفی یادگار میں ایک تفسیر بھی ہے جو بعد میں زیر بحث آئے گی۔ اس سے تفسیر میں ان کی گہری دلچسپی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے ۳۶۔ خواجہ حسین ناگوری کے شاگردوں میں قاضی احمد مجد نارنولوی (متوفی ۱۵۲۱ء) نے بھی اپنے استاد کے مثل قرآنی علوم سے گہرا ربط قائم کیا اور درس و تدریس میں تفسیر پر خصوصی توجہ دی، تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق یہ امام محمد شیبانیؒ کی اولاد میں سے تھے، نارنول میں ان کی پیدائش ہوئی اور عمر کا بیشتر حصہ اجمیر میں بسر ہوا۔ اجمیر میں تقریباً ستر سال قیام کے دوران ان کا خاص مشغلہ دینی و مذہبی کتب کا پڑھنا پڑھانا تھا۔ وہ روزانہ عصر سے مغرب تک تفسیر مدارک کا درس دیتے تھے جب کہ چاشت تا ظہر کے اوقات دیگر درسیات کے لیے وقف ہوتے تھے۔ یہاں یہ ذکر بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ ان کے درس تفسیر پر روشنی ڈالتے ہوئے ہمارے مآخذ یہ وضاحت بھی کرتے ہیں تفسیر مدارک کا درس ان کے مشائخ کے معمولات میں بھی شامل تھا (ایں وظیفہ تفسیر مدارک طریقہ سلوک مشائخ ایشاں است) ۳۷۔ بہر حال ان تفصیلات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ عہد سلطنت میں علماء و مشائخ تفسیروں کے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے اور درس و تدریس کے ذریعہ فہم قرآن کی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ معاصر علماء (بالخصوص صوفیوں) کے حلقہ میں کشاف کے بعد مدارک کو مقبولیت و اہمیت حاصل تھی۔

عہد سلطنت میں قرآنی علوم سے رغبت اور علم تفسیر میں دلچسپی صرف مروجہ کتب کے پڑھنے پڑھانے اور تفسیری درسیات کے سمجھنے سمجھانے تک محدود نہ تھی بلکہ اُس علم کے ماہرین نے اسے تصنیف و تالیف کا بھی موضوع بنایا اور مروجہ درسیات پر شروح و حواشی لکھنے کے علاوہ قرآن کی ترجمانی و تشریح میں مستقل تصنیفات بھی پیش کیں۔ ان تفسیری تخلیقات کے لیے عربی اور فارسی دونوں ہی زبانوں کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا گیا۔ آیات قرآنی کی تفسیر کے لیے جو انداز بیان اختیار کیا گیا وہ بھی تنوع و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ندرت سے بھرپور تھا۔ کسی مصنف نے فقہی مسائل کی وضاحت پر زور دیا تو کسی نے اس کی ترجمانی میں صوفیانہ رنگ کا امتزاج کیا، بعض نے قرآنی الفاظ کی لغوی تحقیق اور اس کے ادبی محاسن نمایاں کرنے پر توجہ دی تو کچھ ایسے ماہرین بھی تھے کہ جنھوں نے نظم قرآن اور ربط آیات کے پہلو پر زیادہ زور صرف کیا، ہندوستان میں علم تفسیر میں دلچسپی جیسا کہ اوپر کے بیانات سے ظاہر ہوا عہد سلطنت کی ابتدا ہی سے ملتی ہے لیکن اس میدان میں تصنیفی سرگرمیوں کا ثبوت ۷ویں صدی ہجری یا ۱۳ویں صدی عیسوی سے فراہم ہوتا ہے۔ عہد سلطنت کی اولین تفسیر (کاشف الحقایق و قاموس الدقائق) محمد بن احمد ماریکلی دہلوی معروف بہ کمال الدین زاہد (متوفی ۶۸۴ھ/ ۱۲۸۵ء) سے منسوب کی جاتی ہے۔ مصنف صاحب "مشارق الانوار" حسن بن محمد صغانی لاہوری کے شاگردوں میں سے تھے اور انھیں شیخ نظام الدین اولیاء کے استاد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ وہ دہلی کے ممتاز علماء میں سے تھے اور تصوف سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن بھی ان سے عقیدت رکھتے تھے ۳۸۔ "تذکرہ مفسرین ہند" کے مرتب کے بیان کے مطابق اس تفسیر کا ایک مخطوطہ مکمل شکل میں مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے ذاتی کتب خانہ (دہلی) میں محفوظ ہے ۳۹۔ اس کا ایک نامکمل نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) کے کتب خانہ میں دستیاب ہے ۴۰۔ یہ تفسیر عربی میں ہے اور آسان زبان، سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اور صوفیانہ مکتب فکر کی ترجمانی کرتی ہے جیسا کہ خود مصنف نے ابتداء تفسیر میں اس کی وضاحت کی ہے ۴۱۔ اس دور کی اولین تفسیروں میں غرایب القرآن ورغائب الفرقان بھی شمار کی جاسکتی ہے جس کے بعض اجزاء کی تصنیف ہندوستان سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس کے مولف حسن بن محمد تھے جو نظام نیشاپوری کے نام سے معروف تھے، جیسا کہ نسبت سے واضح ہوتا ہے ان کا اصل وطن نیشاپور (ایران) تھا جہاں انھوں نے اس تفسیر کی ابتدا کی لیکن اس تفسیر میں سورہ نساء کے خاتمہ پر جو عبارت (کتب المصنف فی نسخة علقه مولفه الحسن بن محمد حسن المشهتر بنظام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیشاپوری ببلاد الھند فی دار مملکتھا المدعو بدولت آبادی فی اوائل صفر ۷۳۰ھ)[۴۲] درج ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولف محمد بن تغلق کے زمانہ میں ہندوستان منتقل ہوئے اور اپنی تفسیر کے اس حصہ کی تکمیل انھوں نے یہیں اور غالباً شہر دولت آباد میں ۷۳۰ھ (۱۳۲۹ء) میں کی۔ اس تفسیر کے سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ایران کے مطبوعہ نسخوں میں اور مولانا مناظر احسن گیلانی کے مطابق[۴۳] بعض مخطوطات میں بھی آیات کا ترجمہ فارسی میں بھی درج ہے جب کہ پوری تفسیر عربی میں ہے، لیکن تفسیر طبری کے حاشیہ پر مصر سے ۱۳۲۱ھ میں اس کا جو نسخہ چھپا ہے اس میں کہیں فارسی ترجمہ نہیں ملتا۔ یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس تفسیر کا آخری حصہ ۷۲۸ھ میں لکھا گیا جب کہ اس کے شروع کے اجزاء ۷۳۰ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچے جیسا کہ مطبوعہ نسخوں میں خاتمہ کی عبارت میں درج ہے[۴۴]۔ اس میں شبہ نہیں کہ غرائب القرآن و رغائب الفرقان ایک عظیم تفسیری کارنامہ ہے لیکن اس کی اصلیت بالخصوص ہندوستان میں اس کی تکمیل کا مسئلہ اور مولف کے حالات اب بھی تحقیق طلب ہیں[۴۵]۔ عہد سلطنت کی تفسیروں میں تفسیر سراج الھندی بھی معروف ہے۔ اس کے مصنف ابو حفص عمر بن اسحاق سراج الہندی (متوفی ۱۳۷۱ء) نظام نیشاپوری کے برعکس ہندی الاصل تھے اور تحصیل علم کے بعد مصر میں سکونت اختیار کی اور فقہی علوم میں مہارت کی وجہ سے قاہرہ کے قاضی القضاۃ مقرر کیے گئے، ان کے اساتذہ میں وجیہ الدین دہلوی، سراج الدین ثقفی دہلوی اور رکن الدین بدایونی قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں جن میں ایک عربی تفسیر بھی شامل ہے[۴۶]۔ خالص ہندوستانی تفسیروں میں دوسری اہم تفسیر لطائف التفسیر ہے اس کے مصنف شیخ نظام الدین اولیاء کے خواہر زادہ قاسم بن عمر دہلوی تھے۔ ان کی نشو ونما دہلی میں ہوئی اور مروجہ درسیات بشمولیت کشاف کی تکمیل مولانا جلال الدین دہلوی کے ہاتھوں ہوئی سید محمد کرمانی نے لطائف التفسیر کے دیباچہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ صاحب تفسیر کو قرآنی علوم سے خاص رغبت تھی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے متعدد عربی و فارسی تفسیروں کے مطالعہ کے بعد ایسی تفسیر مرتب کرنے کا ارادہ کیا جو قرآن کے اسرار و نکات کی وضاحت پر مشتمل ہوا اور عوام و خواص دونوں کے لیے مفید ہو۔ خود سید کرمانی کے الفاظ میں ''خواست تا مجموعہ نویسد کہ متضمن معانی غریب و شامل لطائف عامہ تفسیر باشد تا منافع بخاص و عام رسد و بمطالعہ آں بر اسرار قرآن و دقایق فرقان مطلع گردند و نام ایں تفسیر لطائف تفسیر کردہ'' ۴۷ اس وقت مروجہ درسیات پر شروح و حواشی لکھنے کا جو رواج تھا اس سے تفسیری کتب بھی مستثنیٰ نہ تھیں۔ اس عہد میں کم از کم کشاف کی ایک شرح لکھے جانے کا ثبوت ملتا ہے جو ''کشف الکشاف'' کے نام سے معروف ہوئی، اس کے مولف مخلص بن عبداللہ دہلوی (متوفی ۱۳۶۳ء) تھے، تفسیر و فقہ دونوں ان کی دلچسپی کے خاص موضوع تھے، ہدایہ کی شرح بھی لکھنی شروع کی لیکن اسے مکمل نہ کر سکے، عام طور پر تذکرہ نگاروں نے ان کی شرح ہدایہ کا ذکر کیا ہے اور کشف الکشاف سے خاموشی اختیار کی ہے ۴۸۔ البتہ صاحب نزہۃ الخواطر نے مجدالدین فیروز آبادی (الالطاف الخفیہ فی اشراف الحنفیہ) کے حوالہ سے ان کی تالیفات میں کشف الکشاف کو بھی شامل کیا ہے ۴۹۔ ۱۴ویں صدی عیسوی میں لکھی جانے والی تفسیروں میں تفسیر تاتارخانی یقیناً ایک خصوصی اہمیت کی حامل ہے یہ عہد فیروز شاہی کے ممتاز و مشہور وزیر امیر تاتارخاں کی ایما پر مرتب کی گئی، سلطنت کے ایک اہم رکن ہونے کے ساتھ ساتھ وہ علم کے دلدادہ تھے اور اس کی اشاعت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے، علماء کی مجلسیں منعقد کرتے اور ان سے تبادلہ خیال کرتے۔ تفسیر تاتارخانی اور فتاویٰ تاتارخانی جو ان کے حکم سے مرتب کیے گئے ان کی علمی دلچسپی کے خاص مظہر ہیں، تفسیر مرتب کرنے کے لیے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا انھوں نے علماء کی ایک مجلس تشکیل دی اور اسے ہدایت دی کہ تفسیر کا ایک ایسا جامع نسخہ تیار کریں جو گزشتہ تفاسیر کا نچوڑ ہو، معاصر مورخ عفیف کے بیان سے تاتارخاں کے عظیم منصوبہ پر بخوبی روشنی پڑتی ہے ''تاتارخاں خواست کہ تفسیری مفصل مرتب کند تمام تفاسیر را جمع کنانیدہ جماعہ علماء را حاضر گردانیدہ۔ در ہر آیتی و کلمہ آں قدر مفسران

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ کہ اختلاف نوشتہ بودند تا تار خاں آں جمیع اختلاف در تفسیر خویش نوشتہ بود برائے تالیف بدل وجاں در نشست و در ہر اختلاف حوالہ بداں صاحب تفسیر کردہ گوئی جملہ تفاسیر در یک تفسیر جمع گردانیدہ چوں آن تفسیر مرتب گشتہ آں تفسیر را تفسیر تاتارخانی نام داشتہ'' ۵۰ اسے یقیناً ایک عظیم تفسیری کارنامہ کہا جاسکتا ہے گرچہ یہ دستیاب نہیں کہ اس کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا جاسکے۔

۱۵ویں صدی عیسوی کی اولین تفسیروں میں ''نور بخشیہ'' شامل ہے جو ایک صوفی عالم سید اشرف جہانگیر سمنانی (متوفی ۱۴۰۵ء) کی تالیف کردہ ہے مولف کا مولد شہر سمنان (ایران) ہے۔ وہ سیر و سیاحت کا شوق رکھتے تھے۔ محمد تغلق کے دور حکومت میں وارد ہند ہوئے اور علم کی طلب میں یہاں بھی سرگرداں رہے، متعدد علماء و مشائخ کی صحبت اختیار کی جن میں سید جلال الدین حسین بخاری، شیخ علاء الدین عمر لاہوری اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی قابل ذکر ہیں۔ آخر عمر میں کچھوچھہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ یہ ذکر اہمیت سے خالی نہیں کہ مستقل سفر اور نقل مکانی کے باوجود سید سمنانی نے بہت سی تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں جو تفسیر و فقہ تصوف و کلام جیسے مختلف النوع مباحث سے تعلق رکھتی ہیں ۵۱۔ صاحب نور بخشیہ کے ہم عصروں میں مولانا خواجگی (متوفی ۱۴۰۶ء) سے ایک فارسی تفسیر بحر المعانی منسوب کی جاتی ہے ۵۲۔ گرچہ ان کے تذکروں میں عام طور پر اس تفسیر کا حوالہ نہیں ملتا لیکن معاصر و غیر معاصر مآخذ سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ وہ علوم دینیہ پر عبور رکھتے تھے ان کے اساتذہ میں معین الدین عمرانی اور شیخ نصیر الدین محمود اودھی جیسے جلیل القدر علماء شامل تھے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے والوں میں مفسر قرآن و ممتاز فقیہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی تھے۔ ایک طویل عرصہ تک انھوں نے دہلی میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور مذہبی علوم و فنون کی اشاعت میں حصہ لیا۔ آخر عمر میں تیمور کے حملہ سے قبل قاضی شہاب الدین کے ہمراہ کالپی (جالون) منتقل ہوگئے تھے اور وہیں وفات پائی ۵۳۔ ان کی صلاحیت و علمی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمات کی روشنی میں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے علم تفسیر میں دلچسپی لی ہو جب کہ ان کے اساتذہ اور شاگرد خاص کے بارے میں اس کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ بہر حال یہ ایک مختصر تفسیر ہے جس میں علم کلام کے مسائل بھی جا بجا زیر بحث آئے ہیں اور بعض جدید دانشوروں کے بقول یہ فضل بن حسن طبرسی (متوفی ۱۱۵۳ء) کی مجمع البیان فی تفسیر القرآن کا خلاصہ ہے ۵۴۔ اس عہد میں تصوف کے رنگ میں یا متصوفانہ انداز پر جو تفسیریں لکھی گئیں ان میں سید محمد بن یوسف الحسنی معروف بہ گیسو دراز (متوفی ۱۴۲۴ء) کی تفسیر القرآن الکریم خصوصیت سے قابل ذکر ہے ۵۵۔ سید محمد گیسو دراز چشتی سلسلہ کے مشہور مشائخ اور اس عہد کے نامور علماء میں سے تھے، کم سنی میں اپنے والد کے ساتھ محمد تغلق کے زمانہ میں دولت آباد منتقل ہو گئے تھے، چند سالوں کے بعد دہلی واپس ہوئے اور مولانا شرف الدین کیتھلی، شیخ نصیر الدین محمود اور قاضی عبد المقتدر سے علوم متداولہ کی تکمیل کی ۵۶۔ اپنے مرشد شیخ نصیر الدین محمود کی وفات کے بعد دکن چلے گئے اور وہیں بمقام گلبرگہ ان کا انتقال ہوا۔ دینی علوم بالخصوص تفسیر و فقہ میں انھیں مہارت حاصل تھی درس و تدریس کے علاوہ تصنیفی و تالیفی خدمات بھی انجام دیں اس اعتبار سے وہ ہم عصر مشائخ میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ انھوں نے علوم کی مختلف شاخوں (تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، ادب وغیرہ) کو اپنی تصنیفات کا موضوع بنایا اور کثرت تصانیف کے لیے مشہور ہوئے قرآنی علوم میں انھوں نے خصوصی دلچسپی دکھائی فن تفسیر سے متعلق کم از کم ان کی تین کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ مذکورہ بالا تفسیر کے علاوہ انھوں نے کشاف کے طرز پر ایک تفسیر مرتب کی مزید براں کشاف کے پانچ اجزاء پر حواشی بھی ان کی تالیفات میں شامل ہیں ۵۷۔ شیخ علی بن احمد مہائمی (متوفی ۱۴۳۲ء) کی تفسیر تبصیر الرحمن و تیسیر المنان (جو تفسیر رحمانی یا تفسیر مہائمی کے نام سے بھی معروف ہے) اس اعتبار سے امتیازی خصوصیت کی حامل ہے کہ یہ ہندوستان کی پہلی تفسیر ہے جو قرآن کی ترجمانی و تشریح میں ربط آیات کے پہلو کو نمایاں کرتی ہے اور نظم قرآن سے بحث کرتی ہے۔ شیخ علی مہائمی (مہائم عہد وسطیٰ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گجرات میں تھا اور موجودہ دور میں مہاراشٹر کا حصہ ہے) کے متوطن اور ۱۴ویں و ۱۵ویں صدی عیسوی کے ہندوستانی مشاہیر میں سے تھے ۵۸۔ فن تفسیر وحدیث وفقہ میں خصوصی دست گاہ رکھتے تھے اور تصوف کی دنیا میں ابن عربی کے خیالات سے متاثر اور وحدت الوجودی فلسفہ کے قائل تھے، مذہبی علوم میں فن تفسیر ان کی توجہ کا مرکز بنا، فقہ وتصوف وغیرہ کے موضوع پر بھی انھوں نے کتابیں لکھیں لیکن ان کی عظمت وشہرت اسی تفسیر کی مرہون منت ہے۔ عہد وسطی کے ہندوستان کی بعض اور تفسیروں (مثلاً حسن بن محمد احمد میاں جیو کی تفسیر محمدی اور شیخ مبارک ناگوری کی منبع عیون المعانی) میں ربط آیات کی وضاحت ملتی ہے لیکن علی مہائمی کی تفسیر میں جس خوش اسلوبی اور مہارت سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ دوسروں کے یہاں مفقود ہے۔ جدید ہندوستان کے عظیم مفسر اور نظم قرآن کے سب سے ممتاز شارح وترجمان علامہ حمید الدین فراہی (م ۱۹۳۰ء) کے یہاں بھی تفسیر مہائمی کی اس خصوصیت کا اعتراف ملتا ہے ۵۹۔ ربط آیات کے علاوہ اس تفسیر کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ ہر سورہ کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اس سورہ کے خاص مضمون کی روشنی میں بیان کی گئی ہے ۶۰۔

اس میں شبہ نہیں کہ ۱۳ویں و۱۴ویں صدی عیسوی کے ہندوستان میں تفسیر کے میدان میں نہایت اہم وقابل قدر تصنیفی کارنامے انجام پائے جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے واضح ہوا تاہم عہد سلطنت کے آخری حصے (۱۵ویں صدی اور ۱۶ویں صدی کے ربع) میں جو تفسیری تخلیقات ظہور میں آئیں انھیں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس دور کی تفسیروں میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی (متوفی ۱۴۴۵ء) کی تفسیر بحر مواج سب سے اہم ہے جسے عہد سلطنت کی تمام فارسی تفسیروں کا شاہکار کہنا بیجا نہ ہوگا ۶۱۔ اس کے مولف جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا تفسیر وفقہ میں مہارت اور علمی کارناموں کے لیے ممتاز تھے، یہ ایک بسیط ومفصل تفسیر ہے جس کا اندازہ اس کی تین ضخیم جلدوں کو دیکھ کر ہوتا ہے ۶۲۔ یہ تفسیر سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے نام معنون ہے مولف کے اہم تفسیری مآخذ تفسیر کبیر، کشاف، تفسیر ابواللیث سمرقندی اور مدارک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التنزیل ہیں۔ صاحب تفسیر نے قرآن کے معانی ومطالب کی وضاحت کرتے وقت لغوی ونحوی بحثوں پر خاص زور صرف کیا ہے۔ مزید براں مختلف آیات سے جو فقہی مسائل اخذ ہوتے ہیں ان کی نشان دہی بھی کی ہے، مختصر یہ کہ بحر مواج زبان وبیان کی خوبیوں سے معمور ہے ۶۳ گلزار ابرار کے مصنف محمد غوثی شطاری نے اسے کشاف کے ہم پایہ قرار دیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فارسی میں ہونے کی وجہ سے اسے تفسیری درسیات میں شمولیت نہ مل سکی جس کی وہ بجا طور پر مستحق تھی۔ غوثی شطاری کے الفاظ ہیں ''ازاں جملہ تفسیر بحر مواج است چوں فارسی زبان است از اعداد کتب متداولہ درس نگشت ہماں معانی اگر بتازی عبارت یارمی شد نوید ہمتائی کشاف بدانشوران جہاں می داد'' ۶۴۔ ۱۵ویں صدی کے نصف آخر یا لودی سلاطین کے دور میں لکھی جانے والی تفسیروں میں ''تفسیر نور النبیؐ'' قابل ذکر ہے۔ اس کے مولف خواجہ حسین ناگوری (متوفی ۱۴۹۵ء) ہیں جن کا قرآنیات سے لگاؤ اور تفسیر مدارک کے درس کا التزام پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ خواجہ حسین نے قرآن کے ہر جزو کی تفسیر علیٰحدہ لکھتے ہوئے اپنے مکمل مجموعۂ تفسیر کو تیس حصوں میں منقسم کیا ہے۔ قرآنی آیات کی شرح وبسط کے ساتھ وضاحت لغوی ولسانیاتی تحقیق اور انداز بیان کی سادگی اس تفسیر کی امتیازی خصوصیات ہیں ۶۵۔ مصنف تذکرہ علماء ہند کے الفاظ میں ''از تصانیف او تفسیر نور النبیؐ است کہ ہر جزوی از قرآن مجلدی جدا نوشتہ وحل تراکیب وبیان معنی قرآن از انچہ در تفسیر ہا می باشد بہ تفصیل وتسہیل تمام تر بیان فرمودہ'' ۶۶۔ اس طرح یہ تفسیر عام فہم ہونے کی وجہ سے کافی اہمیت رکھتی ہے۔ عہد زیر بحث کی آخری تفسیر مولفہ شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری (متوفی ۱۵۲۵ء) اپنی نوعیت میں بالکل منفرد ہے۔ مولف سید جلال بخاری ملتانی کی اولاد میں سے تھے ان کی پیدائش اور تعلیم وتربیت ملتان میں ہوئی انھوں نے متعدد بار حجاز مقدس کا سفر کیا اور حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل کی، سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں ملتان سے دہلی منتقل ہوئے جہاں اس علم دوست سلطان نے ان کی کافی قدردانی کی۔ انھوں نے اپنی عربی تفسیر یہیں ۱۵۰۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مکمل کی۔ اس تفسیر کی ندرت یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر آیت سے نبی کریم ﷺ کی نعت ومنقبت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح صاحب تفسیر کے خیال میں پورا قرآن مجید نعت نبوی ﷺ سے عبارت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حاجی عبدالوہاب کی اس تعبیری ندرت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''شیخ حاجی عبدالوہاب را تفسیری ست و بسیارے از دقائق عشق واسرار محبت در انجا درج کردہ است غالباً وقوع آں در غلبہ حال واستغراق وقت بودہ است'' ۶۷ اس میں شبہ نہیں کہ عشق نبوی سے مغلوب ہوکر اس نوع کی تفسیر لکھی گئی ہو لیکن اس کوشش میں قرآنی تعبیرات میں جس تکلف سے کام لیا گیا ہوگا اور آیات کو مخصوص معنی پہنانے کے لیے جو نرالا انداز اختیار کیا گیا ہوگا ظاہر ہے اسے مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آخر میں تفسیر مدارک پر مولانا اللہ داد جونپوری (متوفی ۱۵۲۶ء) کے حواشی کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو عہد سلطنت کے اختتامی حصہ کی ایک اور تالیفی یادگار ہے۔ حاشیہ نگار جونپور کے مشاہیر اور اپنے عہد کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ دینی علوم کی اشاعت میں انھوں نے خاص دلچسپی لی جس کے واضح ثبوت ان کی تدریسی خدمات اور تصنیفی وتالیفی مشاغل سے ملتے ہیں۔ ان کے علمی کارناموں کا ایک اہم حصہ درسیات کی مروجہ کتابوں پر شروح وحواشی لکھنا تھا ۶۸۔ تفسیری درسیات میں انھوں نے مدارک التنزیل کو اپنے حواشی کے لیے منتخب کیا جسے نہ صرف اس وقت تفسیر کے نصاب میں ایک اہم مقام حاصل تھا بلکہ علماء ومشائخ کے حلقوں میں ذاتی مطالعہ اور درس کے لیے بھی مقبول تھی جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی، یہ حاشیہ اس اعتبار سے کافی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے ذریعہ مدارک کے مشکل مباحث کی وضاحت کرنے اور ظاہری ومعنوی دونوں لحاظ سے اس تفسیر کو عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں متعدد احادیث کے متون کا بھی اضافہ کیا گیا ہے جن کی جانب اصل تفسیر میں محض اشارہ ہے، مزید براں سورتوں کے شان نزول اور متعلقہ واقعات کی تفصیل بھی اس میں ملتی ہے۔ مولف نے معتبر تفسیری مآخذ کے حوالے سے اپنے بیانات کو مدلل بھی کیا ہے۔ ان تمام باتوں سے فن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر میں محشی کی مہارت اوران کے حاشیہ مدارک کی افادیت عیاں ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ عہد سلطنت میں علم قرآن میں دلچسپی اوراس کی اہمیت دوسرے علوم کی بہ نسبت کم نہ تھی۔ اس وقت تعلیم کے مختلف مدارج میں جونصاب رائج تھا اس میں علوم قرآنیہ کو نہ صرف ایک نمایاں مقام حاصل تھا بلکہ علماء ومشائخ کی انفرادی مجلسوں میں قرآنی حقائق و معارف پر بھی روشنی ڈالی جاتی تھی اور تفسیری کتب کی مدد سے قرآنی آیات کی وضاحت بھی کی جاتی تھی جیسا کہ مآخذ سے اس کے شواہد پیش کیے گئے مزید براں اوپر کی تفصیلات سے یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ عہد زیر بحث میں ایسے علماء کی کمی نہ تھی جن کی دلچسپی کا خاص محور علم قرآن تھا اور جو فن تفسیر میں مہارت تامہ کے مالک تھے ان میں سے کچھ نے درس وتدریس کے ذریعہ فہم قرآن کو عام کیا اور علم تفسیر کو رواج دیا اور بعض نے اپنی تصنیفی وتالیفی صلاحیتوں کو علوم قرآن کی نشر واشاعت میں صرف کیا۔ سب سے اہم یہ کہ معاصر علماء نے اس باب میں جو کارنامے انجام دیے وہ کمیت و کیفیت ہر لحاظ سے قابل قدر ولائق توجہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس علم سے متعلق اس دور کی خدمات کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔

حواشی ومراجع

۱ عہد وسطی کے ہندوستان میں علم حدیث کی ترقی کے لیے دیکھیے سید سلیمان ندویؒ کا مقالہ ''ہندوستان میں علم حدیث'' مقالات سلیمان، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء، جلد دوم ص ۱-۵۵، اور ڈاکٹر محمد اسحاق، انڈیاز کانٹری بیوشن ٹو دی اسٹڈی آف حدیث لٹریچر، اردو ترجمہ بعنوان ''علم حدیث میں برعظیم پاک وہند کا حصہ''۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۲ء۔

۲ ''قرآن خواں'' کا لقب عہد سلطنت کی بعض سیاسی شخصیتوں سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ فخر مدبر نے سلطان قطب الدین ایبک کے لیے یہی لقب استعمال کیا ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ وہ قرآن شریف اچھی طرح پڑھ لیتا تھا (تاریخ فخر الدین مبارک شاہ، تحقیق وتصحیح سر ڈینی سن راس، لندن ۱۹۳۷ء، ص ۲۱) تغلق دور کے ایک اہم عہدہ دار ملک قبول جو فیروز شاہ کے زمانہ میں سامانہ و بدایوں کے گورنر بھی رہ چکے تھے "قرآن خواں" کے لقب سے مشہور تھے۔ (یحییٰ سرہندی، تاریخ مبارک شاہی کلکتہ، ۱۹۳۱ء، ص ۱۲۷، ۱۳۴، ۱۳۵، برنی، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ ۱۸۶۲ء، ص ۵۲۷، شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۹۰ء، ص ۴۵۴-۴۵۵۔

۳ سیر الاولیاء، ص ۳۰۸، اخبار الاخیار، ص ۹۰-۹۱، سید عبدالحئ الحسنی، نزھة الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۸۷ء، ۲/۱۰۳

۴ برنی، ص ۲۶، عزالدین عصامی، فتوح السلاطین، مدراس، ۱۹۴۸ء، ص ۱۵۶، محمد قاسم ہندوشاہ، فرشتہ، تاریخ فرشتہ، نولکشور، ۱۲۸۱ھ، جلد اول، ص ۷۴

۵ فوائد الفواد، ص ۱۸۹

۶ اخبار الاخیار، ص ۹۰-۹۱، تذکرہ علماء ہند، ص ۴۱، سید عبدالحئ الحسنی، نزھة الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۳/۳۷، جلال الدین کی بابت یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ وہ ہمیشہ باوضو کتابت قرآن کیا کرتے تھے۔

۷ عہد اسلامی کے ہندوستان میں کتابت قرآن سے متعلق مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مقالہ: "علم قراءت عہد وسطی کے ہندوستان میں"، ششماہی علوم القرآن، ۵/۱، جنوری-جون ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۸-۱۲۶

۸ مجمع البحرین، احمد بن علی معروف بابن الساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی تالیف ہے جسے قدوری و کنز کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا تھا بعد میں مغل دور میں جب نصاب میں ترمیم کی گئی تو اس کی جگہ شرح وقایہ کو نصاب میں شامل کیا گیا، عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، کلکتہ، ۱۸۶۹ء، جلد سوم، ص ۸۴

۹ سیر الاولیاء، ص ۲۹۹، نزھة الخواطر، ۲/۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰؎ سیر الاولیاء، ص ۲۱۷، نزھة الخواطر، ۲/۱۱۰

۱۱؎ سیر الاولیاء، ص ۲۱۷، اخبار الاخیار، ص ۹۴-۹۵، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۴۰، نزھة الخواطر، ۲/ ۶۸

۱۲؎ فوائد الفواد، ص ۱۸۶-۱۸۸

۱۳؎ سیر الاولیاء، ص ۳۲۷

۱۴؎ بعض جدید اسکالرس نے اس کی توجیہ یہ پیش کی ہے کہ نصاب میں ترمیم کے نتیجہ میں جب معقولات کی کتابوں میں اضافہ ہوگیا تو ان کتابوں کی ضرورت باقی نہ رہی جن کی حیثیت تمرینی تھی یا جن میں متکلمانہ وفلسفیانہ مباحث کی کثرت تھی جیسے اصول فقہ میں ''بزدوی'' اور تفسیر میں ''کشاف''، تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں، سید مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ۱/ ۳۰۹

۱۵؎ عہد وسطی کی درسیات اور ان میں عہد بعہد ترمیمات کے لیے دیکھیے سید عبدالحئی/ اردو ترجمہ: ابوالعرفان ندوی، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء، ص ۹-۱۸، ۲۳-۳۰

۱۶؎ فقیر محمد، حدائق الحنفیہ، نولکشور ایڈیشن ص ۱۹۴، تذکرہ علماء ہند، ۱۷۹، نیز دیکھیے مقالات سید سلیمان، محولہ بالا، جلد دوم، ص ۴

۱۷؎ دیکھیے ''محدثین جونپور'' معارف، اعظم گڑھ، جلد نمبر ۲۵، شمارہ نمبر ۵، ص ۳۴۶-۳۴۷

۱۸؎ تاریخ فیروز شاہی، ص ۴۶، ۱۱۱، تذکرہ علماء ہند، ص ۲۸۸

۱۹؎ زبدۃ التواریخ، روٹو گراف نمبر ۱۸، (مخطوطہ برٹش میوزیم) ریسرچ لائبریری، شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ورق ۱۷ ب

۲۰؎ برنی، ص ۱۰۳

۲۱؎ برنی، ص ۲۵۲-۲۵۳

۲۲؎ برنی، ص ۳۵۶، نیز دیکھیے اخبار الاخیار، ص ۱۰۵-۱۰۶، تذکرہ علماء ہند، ص ۹۷-۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳ نزهة الخواطر، ۲/۹۵

۲۴ برنی، ص۳۵۶، تذکرہ علماء ہند، ص۲۶۶

۲۵ سیر الاولیاء، ص۲۳۳، اخبار الاخیار، ص۹۴-۹۵، تذکرہ علماء ہند، ص۸۶-۸۷، ۱۴۰، نزهة الخواطر، ۲/۱۰۵

۲۶ سیر الاولیاء، ص۱۱۱-۱۱۲، ۳۰۴-۳۰۶، اخبار الاخیار، ص۹۵، گلزار ابرار، ص۴۳-۴۴، ۵۵، حدائق الحنفیہ، ص۲۷۶، تذکرہ علماء ہند، ص۲۲۱-۲۲۲، نزهة الخواطر، ۲/۱۵۹-۱۶۰

۲۷ برنی، ص۵۵۸-۵۶۰، سیرت فیروز شاہی، قلمی نسخہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، یونیورسٹی، کلکشن، فارسیہ اخبار، نمبر۱۱۱، ص۱۴۷

۲۸ سیر الاولیاء، ص۲۳۳، ۲۳۵-۲۳۶، ۲۳۹، اخبار الاخیار، ص۹۱، ۹۴، ۹۵، غلام علی آزاد بلگرامی، سبحة المرجان، معہد الدراسات الاسلامیہ، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء، ص۷۲-۷۳، تذکرہ علماء ہند، ص۸۶-۸۷، ۱۴۰، نزهة الخواطر، ۲/۱۰۵، ۱۴۳-۱۴۴

۲۹ سیر الاولیاء، ص۲۴۶-۲۵۲، اخبار الاخیار، ص۷۸، ۸۴، ۱۴۶-۱۴۷، گلزار ابرار، ص۵۸-۵۹، تذکرہ علماء ہند، ص۱۳۳، ۲۳۸، نزهة الخواطر، ۲/۱۵۵-۱۵۶

۳۰ تذکرہ علماء ہند، ص۱۷۳، حدائق الحنفیہ، ص۲۸۸، نزهة الخواطر، ۲/۱۱۴

۳۱ حدائق الحنفیہ، ص۲۹۴، نیز دیکھیے تذکرہ علماء ہند، ص۲۵۶، نزهة الخواطر، ۲/۱۷۴-۱۷۵

۳۲ برنی، تاریخ فیروز شاہی، ص۵۶۴، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تذکرہ علماء ہند، ص۴۱، ۲۵۶، نزهة الخواطر، ۲/۲۰، ۱۷۴

۳۳ عفیف، تاریخ فیروز شاہی، محولہ بالا، ص۳۹۲

۳۴ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار، ص۱۷۳-۱۷۴، سبحة المرجان، ص۹۵-۹۶، گلزار ابرار، ص۷۳-۷۴، تذکرہ علماء ہند، ص۸۸، نزهة الخواطر، ۳/۱۴-۱۶، غلام علی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزاد بلگرامی، مآثر الکرام، آگرہ ۱۹۱۰ء، دفتر اول، ص ۱۸۸

۳۵ اخبار الاخیار، ص ۱۶۹-۱۷۰، گلزار ابرار، ص ۵۴، تذکرہ علماء ہند، ص ۴۶-۴۷، نزھة الخواطر، ۳/۴۱-۴۲، اول الذکر دونوں ماخذ خاص طور سے ان کے قرآنی ذوق کی وضاحت کرتے ہیں۔

۳۶ اخبار الاخیار، ص ۱۷۴-۱۷۵، تذکرہ علماء ہند، ص ۴۹-۵۰، نیز شیخ محمد اکرام، آب کوثر، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص ۴۱۶-۴۲۶

۳۷ اخبار الاخیار، ص ۱۷۶-۱۷۸، گلزار ابرار، ص ۱۱۴-۱۱۵، حدائق الحنفیہ، ص ۲۶۶-۲۶۷، تذکرہ علماء ہند، ص ۸-۱۰، سید عبدالحئی الحسنی، نزھة الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۸۹ء، ۴/۲۱

۳۸ سیر الاولیاء، ص ۱۱۴-۱۱۶، سید عبدالحئی الحسنی، نزھة الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۶۲ء، ۱/۱۵۶-۱۵۷

۳۹ محمد عارف اعظمی عمری، تذکرہ مفسرین ہند، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۶ء، ص ۲

۴۰ W. Ivanow, *Catalogue of the Arabic Manuscripts in the Collection of the Royal Asiatic Society of Bengal*, Calcutta, 1939, p.42

۴۱ محمد سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی ۱۹۷۳ء، ص ۲۴-۲۶

۴۲ غرائب القرآن و رغائب الفرقان المطبوع علی حاشیه تفسیر طبری، مطبعہ میمنیہ، مصر، ۱۳۲۱ھ، الجزء السادس، ص ۳۹

۴۳ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم تربیت، ۱/۱۴۲، حاشیہ نمبر ۱

۴۴ اس تفسیر کا مصری مطبوعہ نسخہ اور ایران سے ۱۲۸۰ھ میں چھپے ہوئے نسخے کی دوسری و تیسری جلدیں مولانا آزاد لائبریری کے حبیب گنج کلکشن اور عام عربی ذخیرہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالترتیب موجود ہیں۔اس تفسیر کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے یوسف الیان سرکیس، معجم المطبوعات العربیة والمعربه، مصر، ۱۹۲۸ء، المجلد الثانی، ص ۱۵۲۷، دائرہ معارف اسلامیہ (اردو انسائیکلوپیڈیا) دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۵۹ء، جلد ۴، ص ۵۳۱، محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، قاہرہ ۱۹۶۱ء، ص ۳۲۱-۳۲۲

۴۵ اس تفسیر کے بارے میں مزید معلومات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محمد عارف اعظمی عمری، تذکرہ مفسرین ہند، ص ۱۰-۱۳

۴۶ حاجی خلیفہ چلپی، کشف الظنون، مطبع معارف، استنبول، ۱۹۴۱ء، المجلد الاول، ص ۳۲۱-۳۲۲، ص ۴۴۸، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۰-۲۹۱، ۲۹۴، نواب صدیق حسن خاں، ابجد العلوم، مطبعہ صدیقیہ، بھوپال ۱۲۹۵ھ، ص ۴۱۲، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۵۱، محمد عبدالحئی، الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیه، مطبعہ سعادہ، مصر، ۱۳۲۴ھ، ص ۱۴۸-۱۴۹، نزهة الخواطر، ۲/۹۲-۹۳

۴۷ سیر الاولیاء، ص ۲۱۵-۲۱۷، نزهة الخواطر، ۲/۱۱۰

۴۸ سبحة المرجان، ص ۳۷-۷۴، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۱، تذکرہ علماء ہند، ص ۵۳، سید مناظر احسن گیلانی (محولہ بالا، ص ۱۴۱) کا یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس شرح کا ذکر کیا ہے۔

۴۹ نزهة الخواطر، ۲/۱۵۸

۵۰ تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۹۲، نزهة الخواطر، ۲/۱۶-۱۷، مہدی حسن، تغلق ڈائینسٹی، نئی دہلی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۷-۲۸ (دیباچہ)

۵۱ اخبار الاخیار، ص ۱۶۰-۱۶۱، گلزار ابرار، ص ۴۷، تذکرہ علماء ہند، ص ۲۳، نزهة الخواطر، ۲/۲۴-۲۵، اس تفسیر کا ذکر گلزار ابرار اور تذکرہ علماء ہند میں نہیں ملتا۔

۵۲ اردو انسائیکلوپیڈیا، محولہ بالا، ۴/۵۳۳، سید مرتضیٰ حسین، ''برصغیر میں علماء امامیہ کی تفسیریں'' سہ ماہی مجلّہ توحید، (ایران) فروری-اپریل ۱۹۸۵ء، ص ۱۵۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۳ اخبار الاخیار، ص ۱۳۹-۱۴۰، مآثر الکرام، ص ۱۸۴-۱۸۶، حدائق الحنفیہ، ص ۳۰۴، تذکرہ علماء ہند، ص ۵۸، ۸۸، ۲۲۹، نزھۃ الخواطر، ۳/۴۸، آخر الذکر ماخذ میں ان کا پورا نام خواجگی بن محمد الحنفی الدہلوی درج ہے، جب کہ سید مرتضیٰ حسین (مجلّہ توحید محولہ بالا) نے ان کا نام محمد بن احمد معروف بہ خواجگی شیرازی لکھا ہے۔

۵۴ سید مرتضیٰ حسین، محولہ بالا، ص ۱۵۹

۵۵ ڈاکٹر محمد سالم قدوائی نے انڈیا آفس کے عربی ذخیرۂ مخطوطات کی فہرست اور کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ کے متعلقہ مخطوطہ کی روشنی میں اس کا نام ''تفسیر ملتقط'' بتایا ہے (ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ص ۳۰-۳۳، روضۃ الاولیاء (مولفہ غلام آزاد بلگرامی) کے حوالہ سے سید مناظر احسن گیلانی نے بھی اس کا یہی نام درج کیا ہے (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، محولہ بالا، ص ۱۶۶-۱۶۷)

۵۶ قاضی عبدالمقتدر سے سید گیسودراز نے کشاف کا درس لیا تھا (نزھۃ الخواطر، ۳/۱۱۵-۱۱۶

۵۷ اخبار الاخیار، ص ۱۲۷-۱۳۲، تذکرہ علماء ہند، ص ۸۲، نزھۃ الخواطر، ۳/۱۱۷، (سید محمد گیسودراز کی تصانیف سو سے زائد ذکر کی جاتی ہیں)

۵۸ اخبار الاخیار، ص ۱۷۲، گلزار ابرار، ص ۷۲، سبحۃ المرجان، ۹۷-۱۰۰، مآثر الکرام، ص ۱۸۹-۱۹۰، ابجد العلوم ۸۹۳-۸۹۴، حدائق الحنفیہ، ص ۳۱۷، نزھۃ الخواطر، ۳/۷۹-۸۰، صاحب اخبار الاخیار نے ان کا نام ''شیخ علی پیرو'' اور مصنف گلزار ابرار نے شیخ علی پُرو لکھا ہے۔

۵۹ عبدالحمید فراہی، دلائل النظام، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر (اعظم گڑھ) ۱۳۸۸ھ، ص ۳

۶۰ شیخ علی مہائمی کی تفسیر پر مفصل تبصرہ کے لیے دیکھیے عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی، مخدوم علی مہائمی (حیات آثار و افکار)، نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ، بمبئی، ۱۹۷۶، ص ۱۲۸-۱۶۰ اور ڈاکٹر محمد سالم قدوائی، محولہ بالا ص ۳۶-۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۱ عہد وسطیٰ کی فارسی تفسیروں کے جائزہ کے لیے دیکھیے راقم الحروف کا مضمون ''عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی فارسی تفسیریں- ایک تعارفی مطالعہ'' مجلّہ علوم القرآن، علی گڑھ، جلد ۱، شمارہ ۱، جولائی- دسمبر ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۵-۱۳۵

۶۲ اس تفسیر کے قلمی نسخے مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) میں حبیب گنج کلکشن فارسیہ تفسیر ۲/۱۶-۲۱، سبحان اللہ کلکشن ۱-۲/۱۱۲، ۲۹۷ اور یونیورسٹی ضمیمہ نمبر ۸ کے تحت ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے مخطوطات انڈیا آفس لائبریری، لندن، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ اور آصفیہ لائبریری، حیدرآباد میں بھی محفوظ ہیں۔

۶۳ اس تفسیر کے تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محمد سعود عالم قاسمی، عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی ایک فارسی تفسیر بحر مواج کا مطالعہ، ششماہی علوم القرآن، ۷/۱، جنوری- جون ۱۹۹۲ء، ص ۴۹-۷۱

۶۴ گلزار ابرار، ص ۴۷، نیز دیکھیے اخبار الاخیار، ص ۱۷۳-۱۷۴، سبحۃ المرجان، ص ۹۵-۹۶، مآثر الکرام ص ۱۸۸-۱۸۹، ابجد العلوم، ص ۸۹۳، تذکرہ علماء ہند، ص ۸۸، نزھۃ الخواطر، ۳/۱۴-۱۶

۶۵ اخبار الاخیار، ص ۱۷۴-۱۷۵، نزھۃ الخواطر، ۴/۸۰-۸۱

۶۶ تذکرہ علماء ہند، ص ۵۰

۶۷ اخبار الاخیار، ص ۲۰۶-۲۰۷، نیز دیکھیے گلزار ابرار، ص ۱۱۵، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۲۸، نزھۃ الخواطر، ۴/۱۹۶-۱۹۷

۶۸ اخبار الاخیار، ص ۱۸۸-۱۸۹، سبحۃ المرجان، ص ۱۰۵، مآثر الکرام، ص ۱۹۲، حدائق الحنفیہ، ص ۳۶۴-۳۶۵، ابجد العلوم، ص ۸۹۴-۸۹۵، نزھۃ الخواطر، ۴/۳۵-۳۶

۶۹ اس کا ایک مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری (عبدالحیٔ کلکشن، ۸/۹) میں دستیاب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

علم حدیث کا ارتقاء عہد سلطنت کے ہندوستان میں

ترک سلاطین کا زمانہ حکومت جسے عام طور پر ''دہلی سلطنت'' کہا جاتا ہے تقریباً سوا تین سو برس (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے عرصہ میں محیط ہے۔ اس عہد میں علم حدیث کے ارتقاء کا مطالعہ اس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اس عہد میں علم حدیث کو نظر انداز کیا گیا اور اس میدان میں کوئی علمی و وقیع کارنامہ انجام نہیں پایا۔ اس موضوع سے بحث کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندویؒ رقم طراز ہیں:

> ''الغرض شیخ عبدالحق محدث (۱۵۵۱-۱۶۴۲ء) سے پہلے صرف مشارق الانوار صاغانی کے نسخے اور کہیں کہیں مصابیح (اصل مشکوٰۃ) للبغوی (م ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء) کے نسخے دستیاب ہوتے تھے اور یہی دو کتابیں علماء کے درس میں تھیں۔ شیخ محدث دہلوی کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ عرب سے کم از کم مشکوٰۃ، موطا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے نسخے لائے اور ان کو درس میں داخل کیا'' [۱]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر وہ رقم طراز ہیں:

> ''عہد تیموری سے پہلے تک یہاں حدیث کا رواج مطلق نہ تھا، چنانچہ تغلق کے عہد تک حدیث میں صرف مشارق الانوار طلبہ کے زیر درس تھی اور جس خوش نصیب کو مصابیح ہاتھ آجاتی وہ امام الحدیث سمجھا جاتا تھا'' [۲]

اس باب میں ''علم حدیث میں برصغیر پاک و ہند کا حصہ'' کے مصنف کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال یہ ہے:

''ساتویں صدی ہجری میں نصاب تعلیم عربی ادب، صرف ونحو، لسانیات، فقہ، اصول فقہ، منطق، تصوف، تفسیر وحدیث پر مشتمل تھا، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم پر خاص زور دیا جاتا تھا اور اتنی ہی اہمیت صرف ونحو اور ادبیات کو حاصل تھی لیکن اسلامی علوم کے دو اہم ترین شعبوں یعنی حدیث اور تفسیر پر معمولی توجہ کی جاتی تھی اور ان میں بھی حدیث کی تعلیم تو برائے نام ہی ہوتی تھی چنانچہ صغانی کی مشارق الانوار اور بغوی کی مصابیح السنہ کے سوا حدیث کی کوئی کتاب یہاں تک کہ صحاح ستہ میں سے بھی کوئی کتاب نصاب میں داخل نہ تھی''۔[۳]

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانہ (۱۲۹۶-۱۳۱۶ء) میں ۴۶ ممتاز علماء میں سے صرف ایک عالم (مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی) نے حدیث میں کچھ دلچسپی ظاہر کی[۴]۔ تیسرے یہ کہ معاصر مورخ ضیاء الدین برنی نے حدیث کو ان مضامین میں شامل نہیں کیا ہے جن کی اس زمانہ میں تعلیم دی جاتی تھی۔ چوتھے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس عہد میں تعلیم کا مقصد صرف قاضی وفقیہ تیار کرنا تھا اس لیے علم قرآن وحدیث پر کم توجہ دی گئی۔ سلطان محمد تغلق مصر کے عباسی خلیفہ کا فرمان (منشور خلافت) ملنے کے بعد قرآن شریف اور مشارق الانوار سامنے رکھ کر لوگوں سے بیعت لیتے تھے، گویا حدیث کی کوئی اور کتاب اس وقت دستیاب نہ تھی[۵]۔ اس وقت ہندوستان میں سنن ابی داؤد کا واحد نسخہ قاضی منہاج کے پاس تھا[۶]۔ عہد سلطنت میں علم حدیث سے متعلق ان تاثرات وخیالات کی روشنی میں زیر بحث موضوع کا تفصیلی وتنقیدی مطالعہ اہمیت وافادیت سے خالی نہ ہوگا۔

جہاں تک حدیث کی درسیات کے مختصر ہونے کا معاملہ ہے دوسرے مضامین کی کتابوں کے موازنہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہر مضمون کی اصلاً ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادو ہی کتابیں زیر درس ہوتی تھیں۔ باقی ان کی شرح یا تلخیص پڑھائی جاتی تھی۔ یہی صورت حال فقہ کے باب میں بھی تھی جسے اُس عہد میں ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے کی بات کہی جاتی ہے ۷۔ دوسرے اس وقت کے نظام تعلیم کے بارے میں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ تعلیم کی اشاعت کے لیے مدارس سے زیادہ تدریس کے انفرادی مراکز کا طریقہ زیادہ رائج ومقبول تھا۔ اس کے تحت مختلف علوم وفنون کے ماہرین اپنی دلچسپی کے مضمون کی کتابوں پر درس دیتے تھے یا انھیں پڑھاتے تھے۔ طلبہ و شایقین علم ان کے درس میں شریک ہوکر متعلقہ مضمون میں اختصاص پیدا کرتے تھے۔ تعلیم کے اس نظام میں ہر استاد اپنے درس میں لازمی طور پر کسی ایک ہی کتاب کا پابند نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اپنی دلچسپی یا اختصاص کے مطابق کسی خاص کتاب کو درس کے لیے منتخب کرتا تھا۔ مثلاً کوئی صحیح بخاری کا درس دیتا تو کوئی صحیح مسلم کا اور کوئی مشارق الانوار کے درس پر اکتفا کرتا تھا۔ اس طرح اس زمانہ میں طلبہ مختلف اساتذہ سے مستفیض ہوکر مختلف کتابیں پڑھ لیتے تھے، مزید براں اس عہد میں ذاتی مطالعہ وتحقیق کی روایت بہت مستحکم تھی اور اس کا دائرہ کسی مضمون کی ایک یا دو کتابوں میں محدود نہیں رہتا تھا بلکہ مختلف مضامین کی کتابیں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ۸۔

اس میں شبہ نہیں کہ معاصر مآخذ میں مشارق الانوار و مصابیح السنہ کا تذکرہ زیادہ ملتا ہے جس سے ان کتابوں کی شہرت اور مروجہ درسیات میں ان کی اہمیت ومقبولیت ظاہر ہوتی ہے لیکن ان کے علاوہ حدیث کی اور بہت سی کتابوں کا ذکر مختلف طور (درس وتدریس، تصنیف وتالیف، شروح کی تالیف، مخطوطات کی تیاری اور انھیں ہدیہ میں دینا) پر مختلف النوع معاصر کتب میں دستیاب ہے۔ ان سے ایک ثبوت تو یہ ملتا ہے کہ یہ کتب احادیث کسی نہ کسی حیثیت سے علماء کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ دوسرے اس خیال کی بھی تردید ہوتی ہے کہ عہد سلطنت کے ہندوستان میں حدیث کی محض دو کتابیں دستیاب تھیں۔ عہد سلطنت کی تاریخی کتب وتذکروں میں حدیث کی جن کتابوں کے حوالے ملتے ہیں وہ یہ ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، فتح الباری،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح نووی، سنن ابی داؤد، مشکوٰۃ المصابیح، مصابیح السنہ، سنن بیہقی، مستدرک حاکم، شرح آثار النیرین فی اخبار الصحیحین، شرح معانی الآثار، مسند ابی یعلی، مسند دیلمی، جامع الاصول فی احادیث الرسول، حصن حصین من کلام سید المرسلین۔ عہد سلطنت میں صحاح ستہ کی نایابی یا عدم دستیابی کی جو باتیں کہی جاتی ہیں اس پر کچھ مزید تفصیل سے روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس خیال کی صحت وعدم صحت واضح ہو جائے۔

تاریخی کتب اور علماء وصوفیاء کے تذکروں میں ایسے حوالہ جات دستیاب ہیں جن کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ دوسری کتب کو چھوڑ دیجیے خود صحیحین بھی علماء کے زیر درس رہتی تھیں اور انفرادی طور پر بھی وہ ان کا مطالعہ کرتے رہتے تھے، ان کی شرح وتلخیص تیار کی جاتی تھی اور انھیں ہدیۃً پیش کرنے کا بھی رواج تھا۔ کچھ مثالوں سے ان نکات کو واضح کیا جا سکتا ہے۔

شیخ مظفر حسین بلخی (م ۱۳۸۴ء) چودھویں صدی عیسوی کے مشہور عالم اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے خلفاء میں سے تھے وہ دہلی کے مدرسہ کوشک لعل میں استاد تھے۔ حدیث سے انھیں خاص رغبت تھی اور اس کے درس کے لیے مشہور تھے۔ انھوں نے اپنے بھتیجے کو خاص طور سے صحیحین کا درس دیا تھا اور اس کی سند میں اس کا ذکر بھی تھا جسے انھوں نے شاگرد کو عطا کیا تھا۔ اس کے الفاظ یہ تھے: ''فرزند حسین سند حدیث بریں فقیر کردہ صحیح مسلم وصحیح بخاری من اولہ وآخرہ لفظاً بریں فقیر تحقیق کردہ''۹۔ شیخ نظام الدین اولیاء کی حدیث کی درسیات میں خاص طور سے مشارق الانوار کا ذکر ملتا ہے جسے انھوں نے شیخ کمال الدین زاہد سے پڑھا تھا لیکن اپنی مجالس میں احادیث منقولہ پر جس انداز میں اظہار خیال کرتے تھے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیحین نہ صرف ان کے مطالعہ میں رہتی تھی بلکہ ان کتابوں پر ان کی گہری نظر بھی تھی۔ مجلس میں مذاکرہ کے دوران کسی حدیث کے متن میں اختلاف ہوتا تو فرماتے کہ صحیحین میں جو الفاظ منقول ہیں وہی صحیح ہیں (آنچہ در صحیحین است آں صحیح باشد) ۱۰ عہد سلطنت میں صحیحین کی دستیابی پر ایک شہادت سیر الاولیاء میں منقول ایک دلچسپ روایت سے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتی ہے۔ بقول مصنف سلطان المشائخ (شیخ نظام الدین اولیاء) نے فرمایا کہ شہر میں ایک بہت بڑا دانش مند تھا، اس کا بیٹا کسی قصور کی پاداش میں بادشاہ وقت کے سامنے لایا گیا، جب اس کے بیٹے کو پادشاہ وقت کے سامنے لایا گیا تو وہ دانش مند ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں صحیحین لے کر قبلہ رخ کھڑا ہو گیا اور اپنے بیٹے کی سرخ روئی کے لیے دعا کی۔ چنانچہ اس کا بیٹا اس کی برکت سے بری ہو گیا۔[۱۱]

عہد زیر بحث میں کتابوں کی اشاعت اور ان کی تقسیم و تشہیر کا معروف طریقہ ان کی نقلیں تیار کرنا اور ان سے لوگوں کو استفادہ کا موقع فراہم کرنا تھا، کتابوں کو ہدیہ کرنے کا بھی رواج تھا اور وہ مناسب قیمت پر دستیاب بھی ہوتی تھیں۔ کتب حدیث میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہدیہ کیے جانے کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ شیخ زین الدین چودھویں صدی عیسوی کے صوفیوں اور شیخ یحییٰ منیری کے مریدوں میں سے تھے انھوں نے صحیح مسلم کا ایک نسخہ تیار کر کے اپنے شیخ کو ہدیۃً پیش کیا تھا[۱۲]۔ پندرھویں صدی عیسوی کے مشہور عالم شیخ الاسلام شیخ معز بہاری کے پاس صحیح مسلم کا ایک بڑا قیمتی نسخہ تھا جو نفیس کاغذ پر بہترین خط میں تیار کیا گیا تھا اسے انھوں نے اپنے صاحب زادہ شیخ حسین کو مرحمت کیا تھا اور کبھی کبھار مطالعہ کے لیے اس کو واپس لے لیتے تھے[۱۳]۔ گجرات کے ایک عالم وجیہ الدین مالکی (م ۱۵۱۳ء) نے فتح الباری شرح صحیح بخاری کا ایک نسخہ حاصل کیا اور اسے انھوں نے اپنے دوست امیرِ گجرات مخاطب علی خاں کو پیش کیا[۱۴]۔

بنگال میں عرب سادات حکومت کے تحت ایک سلطان علاء الدین شاہ حسین (۱۴۹۹-۱۵۲۰ء) تھے۔ ان کے معاصرین میں مولانا محمد بن یزداں بخش تھے انھوں نے تین جلدوں میں صحیح بخاری کا ایک نسخہ تیار کیا اور اسے سلطان حسین شاہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، یہ نسخہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری (پٹنہ) میں دستیاب ہے[۱۵]۔

یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ سید سلیمان ندوی نے غازی پور کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی خانوادہ کے ذخیرۂ کتب کو ملاحظہ فرمایا تو ان کتابوں کی فہرست تیار کی۔ ان میں حدیث کی یہ کتابیں بھی شامل تھیں۔ صحیح بخاری، شرح بخاری اور شمائل ترمذی، یہاں خاص طور سے اس جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ ان سب کا سنِ کتابت عہد سلطنت سے تعلق رکھتا ہے[۱۶]۔

ان سب کے علاوہ صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتابوں کی دستیابی کا ثبوت علماء کی تدریسی مصروفیات سے ملتا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی عہد فیروز شاہی کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے درس و تدریس ان کا خاص مشغلہ تھا، انھوں نے اس زمانہ کے سب سے بڑے و مشہور مدرسہ مدرسہ فیروز شاہی کے صدر مدرس کے فرائض بھی انجام دیے۔ ان کے بارے میں ایک معاصر شاعر مولانا مطہر کڑہ یہ شہادت دیتے ہیں کہ وہ شارح پنج سنن یعنی سنن کے پانچ مجموعوں کی تشریح و ترجمانی کے ماہر تھے[۱۷]۔ پانچ سنن سے مراد سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی اور سنن بیہقی ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحاح ستہ کی چار کتابیں ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں اور اس زمانہ میں ان کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ معاصر مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے ماہر اساتذہ ملک کے مختلف حصوں و حلقوں میں پائے جاتے تھے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان علمائے حدیث نے کن سے حدیث کا درس لیا یا کن اساتذہ کے توسط سے انھوں نے اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کو جلا بخشا۔ متعدد علماء کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ حدیث کے درس میں مصروف رہتے اور وہ خاص طور سے مشارق الانوار کا درس دیتے تھے۔ ان مدرسین حدیث میں کچھ کا نام یہاں ذکر کیا جاتا ہے: شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (م ۱۲۶۷ء)، قاضی منہاج السراج (م ۱۲۷۰ء) (اچھ و دہلی)، برہان الدین محمود دہلوی (م ۱۲۸۸ء) (دہلی)، مولانا جلال الدین رومی (ہم عصر فیروز شاہ تغلق)، کمال الدین زاہد (۱۲۸۵ء) (دہلی)، شیخ نظام الدین ظفر آبادی (م ۱۳۲۴ء)[۱۸]۔ شیخ نظام الدین اولیاء (م ۱۳۲۵ء) (دہلی) (حدیث پر بحث کے دوران وہ اکثر یہ تبصرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے کہ یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی ہے بلکہ اپنے استاد سے سنا ہے)۱۹۔ شمس الدین یحییٰ اودھی (م ۱۳۴۶ء)، شیخ جمال الدین محدث اچھی (وہ اپنے وطن اچھ میں مشارق الانوار اور مصابیح السنہ کا درس دیا کرتے تھے) ۲۰ جلال الدین مخدوم جہاں نیاں (م ۱۳۸۳ء) (ان کا خاص مشغلہ درس حدیث تھا، اصل وطن سندھ تھا۔ تقریباً چار برس دہلی میں مقیم رہے اور وہاں بھی درس حدیث کا سلسلہ جاری رہا)۲۱۔ شیخ جمال الدین محدث (۱۴ ویں صدی عیسوی) (یہ سید علی ہمدانی کے مرید تھے۔ انھوں نے سلطان قطب الدین کی ایما پر کشمیر میں حدیث کی درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا تھا)۲۲۔ نووی کی شرح صحیح مسلم شیخ شرف الدین یحییٰ کے مطالعہ میں رہتی تھی جیسا کہ معدن المعانی میں اس کا ذکر ملتا ہے ۲۳۔ سید محمد حسینی گیسودراز (م ۱۴۲۲ء) (گلبرگہ) (وہ روزانہ ظہر بعد درس دیتے تھے جو زیادہ تر تفسیر وحدیث کے درس پر مشتمل ہوتا تھا) وجیہ الدین مالکی گجراتی (م ۱۵۱۳ء) (کھمبایت، گجرات) اور شرف الدین ابوتوامہ بخاری (م ۱۳۰۰ء) (سنارگاؤں، بنگال) ۲۴ حسن صغانی نے ناگور میں خاص طور سے مصباح الدجیٰ کا درس دیا اور وہاں ان سے مستفیض ہونے والوں میں قاضی کمال الدین، قاضی حمید الدین اور دوسرے علماءِ شہر شامل تھے ۲۵۔

سندھ میں حدیث کو رواج دینے والے اولین عالم ابومعشر سندھی تھے جو سیر و مغازی کے امام مانے جاتے ہیں۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف دونوں ذرائع سے انھوں نے علم حدیث کی اشاعت میں حصہ لیا ۲۶۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ عہد سلطنت کے ابتدائی حصہ میں برصغیر میں علم حدیث کا سب سے مشہور مرکز لاہور تھا، مشہور محدث وتذکرہ نگار السمعانی نے اپنی تالیف ''کتاب الانساب'' میں لاہوری کی نسبت کے ساتھ اس دور کے متعدد محدثین کا ذکر فرمایا ہے ۲۷۔ بعد میں ملک کے مختلف حصوں میں حدیث کی ترویج واشاعت کے مراکز وجود میں آئے جن میں اچھ، ملتان، دہلی، بہار وکشمیر زیادہ مشہور ہوئے۔ ملتان میں حدیث کی درس وتدریس کا مرکز شیخ ابوالفتح رکن الدین (نبیرہ شیخ بہاء الدین زکریا) سے منسوب تھا۔ ملتان کے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرکز تدریس میں مشارق الانوار اور مصابیح السنہ کے درس پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ جمال الدین محدث اچھی اور مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری علم حدیث کے اسی مرکز کے پیداوار تھے ۲۸۔

دکن میں بہمنی سلاطین نے علم حدیث کی جو خدمات انجام دیں انھیں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اس نقطہ نظر سے سلطان محمود شاہ اول (۱۳۷۸-۱۳۹۷ء) کی خدمات بڑی قابل قدر ہیں۔ اس نے محدثین کی سرپرستی فرمائی اور انھیں علم حدیث کی اشاعت کے لیے مختلف سہولتیں مہیا کیں۔ اسی کے عہد میں گلبرگہ، بیدر، دولت آباد اور ایلچ پور ممتاز محدثین کی سرگرمیوں کا مرکز بن گئے ۲۹۔ دوسرے بہمنی سلطان احمد شاہ اول (۱۴۲۲-۱۴۳۶ء) کو حدیث، فقہ و علم کلام تینوں سے خاص رغبت تھی۔ علم حدیث کے میدان میں دکن کے بہمنی سلاطین کی دلچسپی و سرپرستی اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس دور میں متعدد بیرونی محدثین نے ہندوستان آ کر دکن میں مستقل سکونت اختیار کی اور ملک کے مختلف حصوں سے محدثین یہاں منتقل ہوئے۔ مشہور محدث بدرالدین دمامینی اور ابن فہد نے گجرات چھوڑ کر دکن میں سکونت اختیار کی، ڈاکٹر محمد اسحاق اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ''یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بہمنی سلاطین مظفر شاہی سلاطین سے زیادہ محدثین کی سرپرستی کرتے تھے''۔ ۳۰

گجرات کی آزاد حکومت میں احمد شاہ اول کا دور (۱۴۱۱-۱۴۴۲ء) بھی علوم و فنون کی اشاعت اور علماء و فضلاء کی قدردانی کے لیے بہت معروف رہا ہے۔ احمد آباد شہر اسی سلطان کا بسایا ہوا ہے، ان کے عہد میں عرب و ہند کے تعلقات اور وسیع و مضبوط ہوئے۔ اس راستہ سے حاجیوں کے لیے سفر کی سہولت کے علاوہ اصحاب علم و فضل کی آمد و رفت کا سلسلہ کافی آگے بڑھا اور بقول سید سلیمان ندوی: ''اس طرح علم حدیث کا تخم عرب سے ہندوستان منتقل ہونے لگا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں زمین اور آب و ہوا کی موافقت سے اس نے برگ و بار پیدا کرنا شروع کر دیا ۳۱۔ مشہور محدث دمامینی نے اپنی مشہور شرح صحیح بخاری اسی بادشاہ کے نام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنون کی تھی ۳۲۔

اسی دور سے گجرات کے علم دوست حکمراں سلطان محمود شاہ بیگڑہ تعلق رکھتے ہیں جو علم وفن کی اشاعت اور علماء وفضلاء کی قدر دانی کے لیے بہت مشہور ہیں۔ ان کا دربار علماء وفضلاء سے ہمیشہ بھرا رہتا تھا، حدیث ودیگر علوم کی اشاعت میں انھوں نے خصوصی دلچسپی لی، ان کے زمانہ میں احمد آباد، کھمبایت، مہایم، سورت، نہروالہ، حدیث کے مرکز بن گئے ۳۴، مزید براں انھوں نے وقت کے مشہور محدث وجیہ الدین گجراتی کو ملک المحدثین کا خطاب عطا کر کے ان کی قدر افزائی کی، اس طرح ان کے عہد میں گجرات ملکی وغیر ملکی محدثین کا مرکز بن گیا ۳۵۔ سلطان محمود شاہ کے جانشیں مظفر شاہ دوم (۱۵۱۱-۱۵۲۵ء) خود بھی حدیث کے عالم تھے اور علماء کے قدرداں، مخاطب علی خاں نے جب انھیں ''فتح الباری'' کا ایک نسخہ عطا کیا تو خوش ہو کر انھیں بھروچ کی جاگیر عنایت کی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے دل میں احادیث کی کتنی قدر ومنزل تھی ۳۵۔ یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ گجرات میں ''مدرسہ شمع برہانی'' کے نام سے ایک مدرسہ قایم تھا، اس کے بانی شیخ محمد عثمانی ملقب بہ ''شیخ برہانی'' (م ۱۴۵۸ء) تھے۔ اس میں تفسیر، حدیث وفقہ کی تعلیم پر خاص زور دیا جاتا تھا ۳۶۔ گجرات ہی کی نسبت سے یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ رضا لائبریری (رام پور) میں صحیح مسلم کا ایک نسخہ دستیاب ہے، جس پر سلطان محمود اول (۸۶۳- ۹۱۷ھ/ ۱۴۵۸-۱۵۱۱ء) کی مہر لگی ہوئی ہے، یہ نسخہ ۷۸۷ھ/ ۱۳۸۵ء میں تیار کیا گیا تھا جب کہ اس وقت دہلی میں فیروز شاہ تغلق کی حکومت تھی ۳۷۔ اسی سلطان کی ایما پر حدیث کے مشہور مجموعہ حصن حصین من کلام سید المرسلین کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا اور یہ سلطان کے نام معنون ہے، اس کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے ۳۸۔

مالوہ کی آزاد ریاست میں سلطان محمود خلجی (۱۴۳۵- ۱۴۶۹ء) معارف پروری اور علوم وفنون کی اشاعت میں دلچسپی کے لیے معروف تھے، انھوں نے خاص طور سے مکہ میں ایک مدرسہ قایم کیا تھا، اس میں حدیث کی تعلیم کا خاص اہتمام تھا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے درس کے لیے انھوں نے شمس الدین محدث بخاری کو مقرر کیا تھا اس کے نتائج خوش گوار رہے، اس سلطان کے دور میں مالوہ میں اور بہت سے مدرسے قایم ہوئے یہاں تک کہ مالوہ حدیث کی تعلیم کا مرکز بن گیا[۳۹]۔

سلاطین دہلی میں سلطان محمد بن تغلق (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) کی بابت یہ مشہور ہے کہ جب اس نے ابن تیمیہ کے شاگرد عبدالعزیز اردبیلی سے حدیث سنی تو اس قدر خوش ہوئے کہ انھیں سونے کی طشت میں دو ہزار تنکہ بطور انعام عطا کیا[۴۰] سلطان غیاث الدین بلبن (۱۲۲۶-۱۲۸۶ء) کے بارے میں تاریخی مآخذ میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے شہزادوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ وہ دہلی کو اہل علم وفن سے معمور رکھیں، ان میں محدثین کا بھی ذکر تھا[۴۱]۔ اسی سلطان کے معاصر ایک مشہور عالم حدیث مولانا کمال الدین زاہد (استاد شیخ نظام الدین اولیا) تھے، حدیث کی تعلیم کے لیے انھوں نے اپنی زندگی کو وقف کر رکھا تھا۔ سلطان ان کی بہت قدر کرتا تھا اور انعام واکرام سے نوازتا تھا، بلبن نے انھیں اپنا امام مقرر کرنا چاہا لیکن وہ اس کے لیے راضی نہ ہوئے[۴۲] شہزادوں کو باجماعت نماز کی تاکید کرتے ہوئے وہ حدیث کا حوالہ بھی دیتے تھے[۴۳]۔

ان تفصیلات سے جہاں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عہد سلطنت میں ملک کے مختلف حصوں میں حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا اور اس باب میں بہت سے حکمرانوں نے بھی سرپرستی فرمائی وہیں اس علم کی اشاعت میں علماءِ وقت کی خود اپنی دلچسپی وکوشش کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ اس پر مزید شہادت اس سے ملتی ہے کہ انھوں نے علم حدیث کے اکتساب وفروغ میں بھرپور کوشش کی اور بہت سے علماء نے ہندوستانی علماء سے استفادہ کے علاوہ بیرونی ممالک کا بھی سفر کیا اور عرب علماء سے استفادہ کرکے علم حدیث کے باب میں اپنی صلاحیتوں کو جلا بخشا اور اشاعت حدیث کے سلسلہ کو اور آگے بڑھایا۔ شیخ عبدالحق محدث کے بیان کے مطابق مولانا زرادی نے بغداد کے علماء سے بھی فیض اٹھایا تھا[۴۴]۔ شیخ بہاءالدین زکریا کے بارے میں بخوبی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معروف ہے کہ انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے بخارا و خراسان کا سفر کیا اور آخر میں حدیث کے باب میں حرمین شریفین کے محدثین کے درس سے مستفید ہوئے جن میں شیخ کمال الدین یمنی محدث بھی شامل تھے سفر سے واپسی پر وہ ایک عرصہ تک درس و افادہ میں مصروف رہے[۴۵]۔

عرب و دیگر ممالک کا سفر کرنے والے کچھ علماء یہ ہیں:

ابو معشر سندھی/ مدینہ

محمد بن ابراہیم دیبلی (۹۳۴)/ نیشاپور، بصرہ، بغداد دمشق و مکہ معظّمہ

احمد بن محمد منصوری (چوتھی صدی ہجری)/ بَصرہ، فارس، بخارا

رضی الدین بدایونی (م ۱۳۰۰ء)/ مکہ معظّمہ

شیخ حسن بن محمد صغانی (۱۲۵۲ء)/ حجاز و عراق

بہاء الدین زکریا ملتانی (۱۲۶۷ء)/ مدینہ منورہ، خراسان و بخارا

حسن بن معز (م ۱۴۴۱ء)/ حجاز

شیخ فخر الدین زرادی (م ۷۲۷ء)/ بغداد

شرف الدین احمد بن یعقوب/ شام

مہذب الدین جونپوری/ مکہ معظّمہ

جمال الدین گل برگوی/ مکہ معظّمہ

محمد بن محمود لاہوری (م ۶۰۳)/ نیشاپور

بختیار بن عبداللہ ہندی/ حجاز و عراق

یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں بعض علماء حدیث کی پوری پوری کتابیں حفظ کر لیتے تھے، شیخ نظام الدین اولیاء کو حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار حفظ تھی۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے مشارق الانوار کے حفظ کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے، تعلیم کے دوران انھوں نے عربی ادب کی مشہور کتاب ''مقامات حریری'' پڑھتے ہوئے چالیس مقامات حفظ کر لیے، بعد میں انھوں نے اسے گناہ تصور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور کفارہ کے طور پر انھوں نے مشارق الانوار کی احادیث زبانی یاد کر ڈالیں ۴۶، مزید براں شیخ احمد لنگر دریا (م ۱۴۸۱ء) نے چھ ماہ میں مصابیح السنہ حفظ کر لی تھی ۴۷۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کو بھی بہت سی احادیث زبانی یاد تھیں ۴۸۔

ان سب کے علاوہ عہد سلطنت کے متعدد علماء نے حدیث کے باب میں جس فنی مہارت، عالمانہ بحث ونظر اور تصنیف وتالیف میں اعلیٰ تحقیقی معیار کا ثبوت دیا اس سے اس بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ اس دور میں علم حدیث میں نہ صرف یہ کہ دلچسپی پائی جاتی تھی بلکہ درس وتدریس کا اعلیٰ معیار قایم تھا اور شایقین علم حدیث اس میدان میں مختلف ذرائع سے اپنی صلاحیتیں پروان چڑھاتے تھے، علماء کی مجلسوں میں جس طرح احادیث پر گفتگو ہوتی تھی اور مشائخ صوفیہ کے تربیتی وتذکیری حلقوں میں جس طرح احادیث کے حوالہ سے باتیں واضح کی جاتی تھیں، ان کا معنیٰ ومفہوم سمجھایا جاتا تھا اور ان پر سوال وجواب بھی ہوتا تھا ان سے بھی یہ شہادت ملتی ہے کہ اس عہد میں دوسرے علوم کے مثل حدیث کے سیکھنے سکھانے اور اس باب میں صلاحیتوں کے اظہار کے مختلف ذرائع تھے۔ اس کی تفصیلات ملفوظات لٹریچر بالخصوص فوائد الفواد، خیر المجالس اور سراج الہدایہ مین ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ ان مآخذ میں منقولہ احادیث کے مراجع اور ان کے مرتبہ استناد کی تعیین وتحقیق ایک الگ مستقل موضوع بحث ہے جس پر جدید دور کے بعض علماء بالخصوص قاضی سجاد حسین (مرتب سراج الہدایہ) نے کچھ کام کیا ہے۔

سلطان محمد بن تغلق (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) کے معاصرین میں مولانا فخر الدین زرادی فقہ میں مہارت اور ھدایہ کے درس کے لیے معروف تھے، وہ شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں رہتے ہوئے روزانہ چاشت کی نماز کے بعد کچھ وقت "ھدایہ" کے درس پر صرف کرتے تھے ۴۹۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ حدیث میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علم حدیث میں ان کی مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ھدایہ کا درس دیتے ہوئے دفعتاً صاحب کتاب کے دلائل سے قطع نظر کر کے ان کے موقف کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تائید میں صحیحین سے استناد کرتے تھے۵۰۔ یہ واقعہ چودھویں صدی عیسوی کے نصف اول کا ہے، بیسویں صدی میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں:

''میں نہیں جانتا کہ اس وقت بھی ہندوستان کے مدعیانِ حدیث دانی میں کوئی ایسی ہستی ہوگی جس کے سامنے ھدایہ پیش کیا جائے اور بغیر کسی سابقہ تیاری کے وہ ھدایہ کے الفاظ چھوڑ کر اس کے مفاد کو صحاح کی حدیثوں سے ثابت کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے۔ الا ماشاءاللہ''۔۵۱

بقول مولانا مناظر احسن گیلانی:

''ہندوستان اسلام کی پہلی صدی کے نصف اول میں اگر حسن صغانی نے دلی میں حدیث کے بازار کو رونق دے رکھی تھی تو اسی صدی کے دوسرے نصف میں مولانا فخر الدین جیسے محدث جلیل یہاں موجود تھے''۔۵۲

شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے استاد مولانا کمال الدین زاہد سے ''مشارق الانوار'' کا صرف سرسری درس نہیں لیا تھا بلکہ اس کا غائر وتنقیدی مطالعہ کیا تھا جیسا کہ استاد کی جانب سے جاری کردہ سند کے ان الفاظ (بان قرء هذا الاصل المستخرج من الصحيحين على ساطر هذه السطور قرأة بحث واتقان وتنقيح معانيه وتنقير مبانيه) سے ظاہر ہوتا ہے۵۳۔ یعنی مشارق الانوار پڑھتے ہوئے اس پر بحث کر کے اس کے علم غوامض کو حاصل کیا اور صحت سند واقعات وروایات کی انتہائی تحقیق کی۔ دوسرے وہ اپنی مجالس میں احادیث پر جس ماہرانہ انداز میں اظہار خیال فرماتے تھے اس سے بھی یہی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ اپنی مجالس میں احادیث کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے شیخ نظام الدین اولیاء ان کی تشریح فرماتے اور ان کی نوعیت واضح کرتے، بعض اوقات حاضرین مجلس میں سے کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کوئی بات حدیث کے طور پر پیش کی تو فرمایا کہ یہ حدیث نہیں بلکہ ''قول مشائخ است'' ۵۴ کبھی کسی حدیث کے بارے میں یہ تبصرہ فرماتے کہ یہ حدیث مشہور کتب حدیث میں شامل نہیں ہے ۵۵ اور کبھی روایتوں میں کسی حدیث کے متن کے الفاظ میں اختلاف کی صورت میں یہ خیال ظاہر فرماتے کہ صحیحین میں جو الفاظ ہیں وہ زیادہ صحیح ہیں ۵۶ اور بعض اوقات حدیث کی کسی کتاب یا صاحب کتاب کے بارے میں اپنی رائے پیش کرتے ۵۷ حدیث پر بحث کے دوران بعض دفعہ یہ وضاحت فرماتے کہ میں نے یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی ہے بلکہ اپنے استاد مولانا علاء الدین اصولی سے سنی ہے۔ ۵۸ مزید براں ان کی مجالس میں حدیث کے سمجھنے سمجھانے کا جو اہتمام ہوتا تھا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مریدین میں مولانا کمال الدین زاہد اور مشہور عالم مولانا محی الدین کاشانی مشکل احادیث کی تشریح کی خدمت انجام دیتے تھے ۵۹۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات میں مصطلحاتِ حدیث، روایت کی اقسام، شروط الراوی اور علم اسماء الرجال وغیرہ پر جو عالمانہ بحثیں ملتی ہیں ۶۰ وہ علم حدیث پر ان کی گہری نظر کی شہادت دیتی ہیں۔ عہد سلطنت کے مشہور مورخ ضیاء الدین برنی نے اپنی معروف تصنیف (تاریخ فیروز شاہی) کے مقدمہ میں علم حدیث کی اہمیت واضح کرنے کے علاوہ اس میں اور علم تاریخ کے تعلق پر جو بحث کی ہے وہ اس فن سے ان کے گہرے شغف کو ظاہر کرتی ہے ۶۱۔ صاحب مشارق الانوار شیخ رضی الدین حسن صغانی نے حدیث کے مستند مجموعوں کی ترتیب، شرح بخاری کی تالیف کے علاوہ اپنی کتابوں میں حدیث کے جانچنے پرکھنے کے اصول بیان کیے ہیں، موضوع احادیث کی نشان دہی کے ساتھ وضع حدیث کے مسئلہ سے محققانہ بحث کی ہے اور احادیث کے بعض مجموعوں کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے یہ سب کارنامے علم حدیث کے میدان میں ان کی بالغ نظری، فنی مہارت اور اعلیٰ تحقیقی ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور یہ سب اس دور کی یادگار ہیں جس سے حدیث سے بے توجہی منسوب کی جاتی ہے ۶۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت حدیث کے میدان میں معاصر علماء کی مہارت کی مثالیں اوران کے تحریری کارنامے خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس وقت حدیث کے پڑھنے پڑھانے کا ماحول قایم تھا اور حدیث کے اساتذہ ملک کے مختلف حصوں میں پائے جاتے تھے ورنہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِن علماءِ حدیث نے کن اساتذہ سے حدیث کا درس لے کر اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔

عہد سلطنت میں حدیث کی تعلیم اوراس پر عالمانہ بحثوں اور ناقدانہ تبصروں کے علاوہ تدوین وتالیف کا کام بھی جاری رہا۔ اس کا سلسلہ اصلاً سندھ میں عربوں کی حکومت سے شروع ہوا، یہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ ابومعشر سندھی سیر ومغازی کے امام مانے جاتے ہیں انھوں نے اشاعت حدیث کے لیے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف کا ذریعہ بھی اختیار کیا، اسی طرح ربیع بن صبیح سعدی (م۸۷۶ء) ان اولین محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں جو سندھ میں عربوں کی حکومت کے دوران یہاں فروکش ہوئے اور تفسیر وحدیث کی اشاعت میں مصروف ہوئے، صاحب کشف الظنون کے بیان کے مطابق جن علماء نے حدیث کے منتشر ذخیرہ کو جمع کرنے کی خدمت انجام دی ان میں ربیع بن صبیح پیش پیش رہے ہیں حدیث کی نسبت سے ان کے بارے میں یہ تاثر بھی نقل کیا جاتا ہے کہ ان اول من صنف و بوب الربیع بن صبیح بالبصرة ثم انتشر جمع الحدیث وتدوینه وتسطیره فی الاجزاء والکتب ۔۶۳ عہد سلطنت میں یہ سلسلہ مزید دراز ہوا، دوسری کتابوں کو چھوڑ دیجیے خود صحیحین سے متعلق کتابوں کی تالیف وترتیب کا حوالہ ملتا ہے جس سے یہ خیال مزید قوی ہوجاتا ہے کہ اس دور میں حدیث کی یہ کتابیں ناپید نہیں تھیں، رضی الدین حسن صغانی ''مشارق الانوار'' کی تالیف کے لیے بہت مشہور ہیں ان کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے صحیح بخاری کی شرح تیار کی تھی۔۶۴ کتاب فی اسماء شروح البخای کے نام سے بھی ایک تالیف اُن سے منسوب کی جاتی ہے۶۵۔ بعض جدید اسکالرس کے بیان کے مطابق انھوں نے صحیح بخاری کا ایک نسخہ مدون کیا تھا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودہ دور میں عرب، ایران و ہندوستان میں بخاری کے جو نسخے شایع ہوتے ہیں وہ انہی کے تیار کردہ نسخہ پر مبنی ہوتے ہیں ۶۶۔ چودھویں صدی عیسوی کے ایک معروف عالم سراج الدین ابوحفص عمر بن اسحٰق غزنوی دولت آبادی نے "التوضیح" کے نام سے صحیح بخاری کی شرح کئی جلدوں میں مرتب کی تھی۔ اس کے جلد سوم کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں محفوظ ہے ۶۷۔ اسی دور میں "شرح آثار النیرین فی اخبار الصحیحین" کے نام سے بھی ایک کتاب کا حوالہ ملتا ہے۔ گرچہ مولف کا نام معلوم نہ ہوسکا، پس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولانا کمال الدین زاہد کے استاد اور شیخ حسن صغانی کے شاگرد تھے ۶۸۔ سلطان احمد شاہ گجراتی کے عہد (۱۴۱۱-۱۴۴۲ء) میں بدرالدین محمد الدمامینی (م ۱۴۲۴ء) نے بخاری کی شرح مرتب کی تھی جو "مصابیح الجامع" کے نام سے معروف ہوئی اور اسے انھیں کے نام سے معنون بھی کیا تھا ۶۹۔ ان سب سے قطع نظر مشارق الانوار جو عہد سلطنت میں تالیف کی گئی حدیثی کتب میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے اصلاً صحیحین کا انتخاب ہے ۷۰ جیسا کہ اس کے مکمل نام (مشارق الانوار النبویہ فی صحاح الاخبار المصطفویہ) سے بھی اس کی جانب اشارہ ملتا ہے، اس مجموعہ میں ۳۲۷ احادیث بخاری سے اور ۸۷۵ مسلم سے ماخوذ ہیں اور ۱۰۵۱ متفق علیہ ہیں، قرین قیاس یہ ہے کہ یہ کتاب اسی وجہ سے زیادہ مقبول ہوئی کہ یہ صحیحین کا انتخاب تھی۔ یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے استاد مولانا کمال الدین زاہد نے درس کی تکمیل پر انھیں جو سند عطا کی تھی اس میں صاف صاف مذکور ہے کہ انھوں نے یہ اصل کتاب (مشارق الانوار) جو صحیح بخاری و صحیح مسلم کا نچوڑ ہے شروع سے آخر تک انتہائی محنت و کوشش سے پڑھی اور اس پر بحث و تنقیح کی اور اس کے معانی و اسناد کی چھان بین کی ۷۱۔

جہاں تک حدیث کے میدان میں عہد سلطنت کے تحریری سرمایہ کا تعلق ہے گرچہ کمیت کے اعتبار سے یہ بہت زیادہ بھاری بھرکم یا عظیم نہیں نظر آتا، لیکن اس کے سرسری جائزہ سے چند اہم باتیں سامنے آتی ہیں: اول یہ کہ اس عہد کے علماء نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی علم حدیث کی اشاعت کی خدمت انجام دی اوراس کے لیے انھوں نے عربی کے ساتھ فارسی زبان بھی اختیار کی۔ دوسرے یہ کہ حدیثی کتابوں کی تالیف کے لیے انھوں نے مختلف مناہج اختیار کیے، تیسرے یہ کہ مروجہ درسی کتب کی شروح کی تالیف اور تدوین پر خاص توجہ دی، چوتھے یہ کہ مختصر مجموعوں کی ترتیب میں دلچسپی لی، پانچویں یہ کہ اس زمانہ کے بعض محدثین کے تصنیفی کارنامے بہت اہم ہیں اور موضوع، مواد اور منہج بحث کے اعتبار سے ان کی قدر و قیمت مختلف دور کے علماء میں مسلم رہی ہے۔ چھٹے یہ کہ ان حدیثی تالیفات سے اس خیال کی بخوبی تردید ہوتی ہے کہ برصغیر میں مغل دور سے قبل حدیث کے میدان میں کوئی قابل ذکر تصنیفی وتالیفی کام نہیں انجام پایا۔

عہد سلطنت میں حدیث کے موضوع پر جو کتابیں تالیف کی گئیں انھیں موٹے طور پر چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

الف- شروح وحواشی، تلخیص اور فارسی تراجم

ب- حدیث کے مجموعے

ج- کسی خاص موضوع پر حدیث کی روشنی میں مؤلفہ کتب ورسائل

د- رواۃ حدیث، اصول حدیث اور نقد واستدراک

اول الذکر حصہ کے تحت درج ذیل کتب کا ذکر ملتا ہے:

شرح البخاری	رضی الدین حسن بن محمد الصغانی (م ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء)
مصابیح الجامع (شرح بخاری)	بدرالدین ابن الدمامینی الاسکندری الگجراتی (م ۸۲۷ھ/ ۱۴۳۴ء)
تعلیق المصابیح علی ابواب "الجامع الصحیح"	بدرالدین ابن الدمامینی الاسکندری الگجراتی
التوضیح (شرح الجامع الصحیح)	عمر بن اسحٰق غزنوی دولت آبادی (م ۷۷۳ھ/۱۳۷۲ء)
منہاج المشکاۃ	عبدالعزیز الکاہانی السندی (م ۹۲۸ھ/۱۵۲۲ء)
شرح مشارق الانوار	شمس الدین یحییٰ اودھی (م ۷۴۷ھ/۱۳۴۶ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح مشارق الانوار — شیخ مظفر بلخی (م۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء)

شرح مشارق الانوار (فارسی ترجمہ وتشریح) — سید محمد بن یوسف گیسودراز (م۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء)
بہ عنوان ترجمان مشارق الانوار)

شرح الاربعین للنووی — عمر بن اسحٰق غزنوی دولت آبادی (م۷۷۳ھ/۱۳۷۲ء)

ترجمہ حصن حصین ابن الجوزی (فارسی ترجمہ وتشریح) — ابوبکر بن محمد بھروچی (م۹۱۵ھ/
۱۵۰۹ء)

شرح درالسحابۃ فی مواضع وفیات الصحابہ — رضی الدین حسن بن محمد الصغانی (۶۵۰ھ/
۱۲۵۲ء)

التقریب والتہذیب خلاصۃ الترغیب — محمد بن عمر الحضرمی احمد آبادی (م۹۳۰ھ/
والترہیب للمنذری — ۱۵۲۴ء)

مختصر المقاصد الحسنہ فی کثیر من الاحادیث — محمد بن عمر الحضرمی احمد آبادی
المشتہرہ علی الالسنۃ للسخاوی

الاسرار النبویہ فی مختصر ''الاذکار النبویہ'' للنووی محمد بن عمر الحضرمی احمد آبادی

شرح آثار النیرین فی اخبار الصحیحین — (شاگرد صاحب مشارق الانوار) نام نامعلوم

دوسرے حصہ کے تحت ان کتابوں کے بارے میں معلومات دستیاب ہیں:

الشمس المنیرہ من الصحاح الماثورہ — حسن بن محمد الصغانی (م۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء)

مصباح الدجیٰ من صحاح الاحادیث المصطفیٰ — حسن بن محمد الصغانی

مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ — حسن بن محمد الصغانی

اربعین امیریہ (مرویات حضرت انس بن مالک) — سید علی ہمدانی (۷۸۶ھ/۱۳۸۵ء)

کتاب الاربعین — سید محمد بن یوسف گیسودراز (م۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء)

الاربعین (ماخوذ از مشارق الانوار) — شمس الدین خواجگی کڑاوی (م۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء)

السبعین فی فضائل امیر المومنین (در فضیلت اہل بیت) — سید علی ہمدانی (۷۸۶ھ/۱۳۸۵ء)

تیسرے حصہ کے تحت مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر ملتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتاح الجنان شیخ وجیہ الدین (۱۵ویں صدی عیسوی)
(عبادات، اخلاقیات واوراد سے متعلق احادیث پر مبنی)
زبدۃ المناسک رضی الدین حسن بن محمد الصغانی
المسعد فی ذکر الموت زین الدین علی المعبری الملیباری (م۹۲۸ھ/۵۲۲ء)
رسالہ سیرۃ النبی سید محمد بن یوسف گیسودراز (م۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء)
عشرہ مبشرہ خواجہ ضیاء نخشبی (م۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء)
شرف السادات (سادات کی فضیلت میں) قاضی شہاب الدین دولت آبادی
(م۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء)

چوتھے حصہ کے تحت عہد سلطنت کی تالیفات یہ ہیں:

درالسحابہ فی مواضع وفیات الصحابہ رضی الدین حسن بن محمد الصغانی
کتاب فی اسماء شیوخ البخاری رضی الدین حسن بن محمد الصغانی
تبیین الموضوعات رضی الدین حسن بن محمد الصغانی
کتاب الضعفاء والمتروکین رضی الدین حسن بن محمد الصغانی
الدرالملتقط فی تبیین الغلط رضی الدین حسن بن محمد الصغانی
(ذکر مافی "الشہاب" للقضاعی و "النجم" للا ملیشی من علم درایۃ الحدیث)
ردعلی التبیانی المعترض علی شرحہ البخاری بدرالدین بن الدمامینی گجراتی (م۱۴۲۴ء)۲ے

عہد سلطنت میں حدیث کے موضوع پر مولفہ مذکورہ بالا کتابوں کی فہرست ابھی نامکمل نظر آتی ہے، اس پر مزید تلاش وجستجو اور متعلقہ مآخذ کو کھنگالنے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا یہ تبصرہ بہت برمحل معلوم ہوتا ہے کہ "علم حدیث کے ساتھ ہندی اسلام کی پہلی صدی میں دلی کے علمی حلقوں کی دلچسپیوں کا جو حال تھا اس کا اندازہ ان چند نمونوں سے بآسانی ہوسکتا ہے اور یہ میں نے چند اجمالی اشارے کیے ہیں ورنہ اس صدی کی متعلقہ معلومات جو ادھر ادھر کتابوں میں بکھری ہوئی ملتی ہیں اگر انھیں سمیٹا جائے تو اچھا خاصا رسالہ بن جائے گا۳ے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال اس فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے علماء نے مشارق الانوار کی تشریح وترجمانی پر زیادہ توجہ دی جو اس وقت حدیث کی درسیات میں سب سے زیادہ متداول ومقبول تھی، دوسرے عام افادیت کے نقطہ نظر سے حدیث کے مختصر مجموعے تیار کرنے میں دلچسپی لی، تیسرے بعض محدثین کی کتابوں میں اصول حدیث بالخصوص حدیث کی جانچ پرکھ کے مناہج بھی زیر بحث آئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ عام خیال کے برعکس متعدد علماء نے تصنیف وتالیف کے میدان میں حدیث کو اپنا موضوع بنایا لیکن اس باب میں سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت صاحب مشارق الانوار رضی الدین حسن صغانی کو میسر ہوئی، حدیث سے متعلق جتنا عظیم ووقیع کارنامہ انھوں نے انجام دیا وہ اس زمانہ کے باقی تمام علماء کی تالیفات پر بھاری ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ حسن صغانی نے مختلف پہلوؤں سے حدیث کی کتابیں مرتب کیں ان میں شروح، حدیث کے مستند مجموعے، رواۃ کے حالات، صحیح وغیر صحیح احادیث میں تفریق کے اصول وضوابط کی تشریح اور وضع حدیث کے مسائل کا گہرا مطالعہ وتجزیہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے حدیثی تالیفات میں ترتیب وتدوین کا جو نیا انداز اور تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کیا اس کی قدر وقیمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ حدیث کے موضوع پر شیخ حسن صغانی کی کتابوں کو بجا طور پر عہد سلطنت کے حدیثی لٹریچر کا شاہ کار کہا جا سکتا ہے۔

یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ لاہور میں پیدائش، نشو ونما اور ابتدائی تعلیم کے بعد شیخ صغانی اپنے والد کے ساتھ غزنیں منتقل ہو گئے اور پھر علم کی طلب میں انھوں نے ایک طویل عرصہ مسافرت میں گذارا۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے یمن، عدن، مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ اور بغداد میں ممتاز اہل علم وفضل کی صحبتوں سے فائدہ اٹھایا اور مختلف علوم وفنون بالخصوص حدیث، فقہ ولغت میں امتیاز حاصل کیا، ان شہروں میں قیام کے دوران صغانی سے بہت سے لوگ فیض یاب بھی ہوئے، بغداد میں عباسی خلفاء الناصر اور المستنصر ان کے علم وفضل کے معترف اور بڑے قدرداں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال اس فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے علماء نے مشارق الانوار کی تشریح وترجمانی پر زیادہ توجہ دی جو اس وقت حدیث کی درسیات میں سب سے زیادہ متداول ومقبول تھی، دوسرے عام افادیت کے نقطۂ نظر سے حدیث کے مختصر مجموعے تیار کرنے میں دلچسپی لی، تیسرے بعض محدثین کی کتابوں میں اصول حدیث بالخصوص حدیث کی جانچ پرکھ کے مناہج بھی زیر بحث آئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ عام خیال کے برعکس متعدد علماء نے تصنیف وتالیف کے میدان میں حدیث کو اپنا موضوع بنایا لیکن اس باب میں سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت صاحبِ مشارق الانوار رضی الدین حسن صغانی کو میسر ہوئی، حدیث سے متعلق جتنا عظیم و وقیع کارنامہ انھوں نے انجام دیا وہ اس زمانہ کے باقی تمام علماء کی تالیفات پر بھاری ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ حسن صغانی نے مختلف پہلوؤں سے حدیث کی کتابیں مرتب کیں ان میں شروح، حدیث کے مستند مجموعے، رواۃ کے حالات، صحیح وغیر صحیح احادیث میں تفریق کے اصول وضوابط کی تشریح اور وضع حدیث کے مسائل کا گہرا مطالعہ وتجزیہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے حدیثی تالیفات میں ترتیب وتدوین کا جو نیا انداز اور تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کیا اس کی قدر وقیمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ حدیث کے موضوع پر شیخ حسن صغانی کی کتابوں کو بجا طور پر عہد سلطنت کے حدیثی لٹریچر کا شاہ کار کہا جا سکتا ہے۔

یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ لاہور میں پیدائش، نشو ونما اور ابتدائی تعلیم کے بعد شیخ صغانی اپنے والد کے ساتھ غزنیں منتقل ہو گئے اور پھر علم کی طلب میں انھوں نے ایک طویل عرصہ مسافرت میں گذارا۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے یمن، عدن، مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ اور بغداد میں ممتاز اہل علم وفضل کی صحبتوں سے فائدہ اٹھایا اور مختلف علوم وفنون بالخصوص حدیث، فقہ ولغت میں امتیاز حاصل کیا، ان شہروں میں قیام کے دوران صغانی سے بہت سے لوگ فیض یاب بھی ہوئے، بغداد میں عباسی خلفاء الناصر اور المستنصر ان کے علم وفضل کے معترف اور بڑے قدرداں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھ، خود محدث شہیر کے بیان کے مطابق انھوں نے خلیفہ مستنصر کے کتب خانہ کے لیے مشارق الانوار تالیف کی تھی (الفته لخزانة المستنصر) ۴۷۔

اس پس منظر میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ حدیث کے باب میں شیخ صغانی کے عظیم الشان تصنیفی کارنامے کو عہد سلطنت کے ہندوستان سے منسوب کرنا کہاں تک صحیح ہوگا، واقعہ یہ کہ ان کی تعلیم وتربیت میں ان کے والد کا بہت ہی اہم حصہ رہا ہے، دوسرے وہ برصغیر کے علماء سے بھی مستفید ہوئے، تیسرے سلطان التمش وسلطانہ رضیہ کے دربار میں عباسی خلفاء کے سفیر کی حیثیت سے وہ تقریباً بیس برس دہلی میں مقیم رہے، یہاں انھوں نے حدیث کا درس دینے کے علاوہ دوسری علمی مصروفیات بھی جاری رکھیں، اس طویل عرصہ میں انھوں نے بہت سے تصنیفی وتالیفی کام بھی انجام دیے، یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ ۱۲۲۰ء میں وہ خلیفہ الناصر کے سفیر کی حیثیت سے دہلی آئے اور ۱۲۲۷ء میں خلیفہ کی وفات کے بعد بغداد واپس گئے اور وہاں اپنے مختصر قیام کے دوران نئے خلیفہ المستنصر کو "مشارق الانوار" کی کاپی بطور ہدیہ پیش کی اور چند ماہ بعد وہ پھر عباسی خلیفہ کے سفیر کے طور پر دہلی واپس آ گئے، ۵۷ ان واقعات سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ انھوں نے دہلی ہی میں قیام کے دوران اپنی یہ مشہور کتاب تالیف کی ہوگی، بعض اسکالرس کا خیال یہ ہے کہ صغانی نے حدیث سے متعلق اپنی کتابیں ہندوستان سے باہر تالیف کیں لیکن ہندوستان میں وہ بڑی دلچسپی سے پڑھی گئیں اور مقبول ہوئیں۔ ۶۷

امام صغانی کی حدیثی تالیفات میں مشارق الانوار سب سے زیادہ مشہور ہے، ۷۷۔ دراصل وہ صاحبِ مشارق الانوار کی حیثیت سے زیادہ جانے جاتے ہیں، یہ کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے، ان میں چند یہ ہیں:

☆ یہ ایک جامع ومختصر مجموعۂ احادیث ہے جس میں صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حدیثیں منتخب کی گئی ہیں اور دونوں سے ماخوذ احادیث میں تفریق بالترتیب "خ" و "م" کے اختصار یہ سے کی گئی ہے اور متفق علیہ کے لیے "ق" استعمال کیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اس کتاب میں خاص طور سے قولی احادیث جمع کی گئی ہیں، اس لیے کہ شریعت کے اصول متعین کرنے میں ان کا زیادہ حصہ رہا ہے۔

☆ یہ کتاب ۱۲/ابواب میں منقسم ہے اور اس کی ذیلی تقسیم ''فصل'' کے عنوان سے قایم کی گئی ہے، اختصار کے نقطہ نظر سے سند میں صرف صحابی کا نام ذکر کیا گیا ہے۔

☆ احادیث کی ترتیب میں ایک نادر طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ متن کے مضمون یا راویوں کے نام کے لحاظ سے ترتیب دینے کے بجائے حدیث کے متن کے شروع کے الفاظ کے اعتبار سے حدیثوں کی ترتیب قائم کی گئی ہے مثلاً من، ان، لا، اذا، ما سے شروع ہونے والے الفاظ۔

☆ حدیث کی درسی کتب کی حیثیت سے مشارق الانوار کو اس زمانہ میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ عہد سلطنت کے علماء کے تذکرہ میں اسی کتاب کے پڑھنے پڑھانے کا سب سے زیادہ ذکر ملتا ہے۔ اس وقت کے مدارس اور انفرادی تعلیمی مراکز میں یہ کتاب درسیات کا لازمی جز بن گئی تھی، علماء وصوفیاء دونوں حلقوں میں یہ کتاب متداول تھی۔

☆ عہد سلطنت میں دہلی کے علاوہ اچھ، ملتان، دکن ومَنیر وغیرہ میں اس کے نسخے مشتہر ہو چکے تھے۔

☆ اس کتاب کی قدر و قیمت صاحب کتاب کے بارے میں شیخ نظام الدین اولیاء کے اس تبصرہ سے بھی بخوبی واضح ہوتی ہے:

''دراں ایام در حضرت دہلی علماء کبار بودند باہمہ (صغانی) در علوم متساوی بود- اما در علم حدیث از ہمہ ممتاز و ہیچ کس مقابل او نبود''۔ ۸ے

(ان دنوں حضرت دہلی میں بڑے بڑے علماء تھے جو علوم میں صغانی کے مساوی تھے، لیکن صغانی کو علم حدیث میں سب پر امتیاز حاصل تھا۔ اس علم میں کوئی دوسرا ان کا مدمقابل نہ تھا)

مشارق الانوار کی شہرت ومقبولیت کے بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ تبصرہ بھی بڑا معنی خیز ہے، عہد سلطنت میں حدیث کے باب میں بے توجہی کا تاثر دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے ہی ایک عالم نے پایہ خلافت میں درس کے لیے صحیحین کی حدیثوں کا وہ مجموعہ پیش کیا جو صدیوں تقریباً اکثر اسلامی ممالک میں درسی نصاب میں شریک رہا، میری مراد حسن صغانی کی مشارق سے ہے یہی وجہ ہے کہ ایران، ترکی، مصر و شام ہر جگہ کے علماء کو ہم دیکھتے ہیں کہ مشارق کی شرح لکھ رہے ہیں"۔۷۹

اس کی دو اولین شرحیں علاء الدین یحییٰ بن عبداللطیف قزوینی اور شمس الدین یحییٰ اودھی (م ۷۴۹ھ/ ۱۳۴۸ء) کی مرتبہ ہیں۸۰۔

آخر میں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ عہد سلطنت میں متعدد کتب کی تالیف و تدوین اور تشریح کے علاوہ تفسیر، فقہ، تاریخ، تصوف، سوانح و تذکرے کی کتابوں میں بھی حدیث کے حوالے ملتے ہیں، ان میں سے کچھ اہم کتابیں یہ ہیں: فتاوای فیروز شاہی (یعقوب مظفر کہرامی)، الفتاوی التاتارخانیہ (عالم بن العلاء الحنفی)، طبقات ناصری (منہاج السراج)، تاریخ فیروز شاہی (ضیاء الدین برنی)، تاریخ مبارک شاہی (یحییٰ بن مبارک شاہ السہرندی)، فوائد الفواد/ ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاء (مرتبہ امیر حسن سجزی)، خیر المجالس/ ملفوظات شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (مرتبہ حمید قلندر)، سراج الہدایہ/ ملفوظات سید جلال بخاری (مرتبہ قاضی سجاد حسین)، گنج الاسرار/ ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی، مونس القلوب/ ملفوظات احمد لنگر دریا، مکتوبات دوصدی (شیخ شرف الدین یحییٰ منیری)، سیر الاولیاء (سید محمد کرمانی)، شرف السادات (قاضی شہاب الدین دولت آبادی)، نصاب الاحتساب (ضیاء الدین سنامی)، رسالہ اورادہ فصلی (مخدوم حسین نوشہ)، ریاض الانشاء (عماد الدین محمود گاواں)۔ یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ تاریخ فرشتہ کے بیان کے مطابق جب فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ء-۱۴۴۲ء) کے عہد میں متعہ کے مسئلہ پر بحث و مباحثہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تو کچھ علماء نے صحیحین اور مشکوٰۃ کے حوالہ سے اس مسئلہ کی وضاحت کی ۸۱۔ اسی طرح عہد تغلق کے مشہور عالم فخر الدین زرادی نے سماع سے متعلق عربی میں دو رسالے (اصول السماع، کشف القناع عن وجوہ السماع) تیار کیے تھے۔ ان میں کثرت سے احادیث نقل کی ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں ان سے استدلال کیا ہے۔ ۸۲ اسی طرح محولہ بالا رسالہ اورادہ فصلی (مولفہ مخدوم حسین نوشہ م ۸۴۴ھ/ ۱۴۴۱ء) میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، سنن بیہقی اور مستدرک حاکم سے کثرت سے حدیثیں نقل کی گئی ہیں ۸۳۔

مختصر یہ کہ برصغیر ہندو پاک میں سلاطین دہلی کے زمانۂ حکومت میں مختلف طور پر علم حدیث کی اشاعت ہوئی، اس باب میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف دونوں سلسلے جاری رہے۔ مذکورہ تفصیلات سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ عہد سلطنت میں حدیث پر بہت کم توجہ دی گئی، مشارق الانوار، مشکوٰۃ المصابیح اور مصابیح السنہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث دستیاب بھی نہ تھیں، اوپر کے مباحث سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ علماء وقت نے مختلف طور پر علم حدیث کی اشاعت کی خدمت انجام دی، کچھ سلاطین نے اس کے لیے سرپرستی بھی فرمائی اور علمائے حدیث کی حوصلہ افزائی کی، علماء نے حدیث کی مشہور و متداول کتب کی شرحیں تیار کیں اور حدیث کے نئے مجموعے بھی مرتب کیے، ان کی مولفہ بعض کتب کو غیر معمولی شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی۔ ان سب کے باوجود اس حقیقت کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عہد سلطنت میں علم حدیث کے ارتقاء کی نسبت سے اوپر جو کچھ پیش کیا گیا وہ محض ایک جائزہ تھا۔ اس موضوع پر مزید مطالعہ و تحقیق اور متعلقہ مآخذ پر غائرانہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے مختلف پہلو مزید واضح طور پر سامنے آسکیں اور یہ بات اچھی طرح متحقق ہو جائے کہ برصغیر میں مسلم حکومت کا یہ دور علم حدیث کے میدان میں دلچسپی، سرگرمی اور کارکردگی سے خالی نہیں رہا ہے۔ اللہ کرے اس ناچیز کو اس نہج پر مزید کام کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی ومراجع

۱ سید سلیمان ندوی، مقالات سلیمان، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء، ۲/۷۵

۲ مقالات سلیمان، محولہ بالا، ۲/۶

۳ محمد اسحاق، علم حدیث میں برعظیم پاک و ہند کا حصہ، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۷۵-۷۶، نیز دیکھیے صفحات ۱۲، ۱۰۳

۴ حوالہ مذکورہ، ص ۷۵

۵ محمد اسحاق، محولہ بالا، ص ۷۶

۶ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ، ۱۸۶۲ء، ص ۴۹۵، مقالات سلیمان، ۲/۷۵

۷ مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۴۴ء، ۱/۲۳۳-۲۳۴

۸ اس موضوع پر تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم کی کتاب: ''تعلیم عہد اسلامی کے ہندوستان میں'' (باب دوم وسوم: اعلیٰ تعلیم کے ذرائع، اعلیٰ تعلیم کی درسیات) دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء، ص ۴۴-۹۰

۹ شاہ نجم الدین فردوسی، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری اور علم حدیث، معارف، ۲۳/۴، اپریل ۱۹۲۹ء، ص ۲۹۸

۱۰ فوائد الفواد (مرتبہ امیر حسن سجزی) با تصحیح ومقدمہ محمد لطیف ملک، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۱۷۷

۱۱ سید محمد بن مبارک کرمانی، سیر الاولیاء، موسس انتشارات اسلامی، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۴۳۹

۱۲ سید عبدالحئ الحسنی، نزھۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۳۵۰ھ، ۲/۴۶

۱۳ محمد اعجاز حسن خاں، تیموری عہد سے پہلے ہندوستان میں علم حدیث کا رواج،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معارف، ۴/۲۴، اکتوبر ۱۹۲۹ء، ص ۲۵۱، محمد اسحاق، ص ۹۸

۱۴ محمد اسحاق، ص ۱۲۲

۱۵ مقالات سلیمان، ۲/۷۶

۱۶ مقالات سلیمان، ۲/۷۷-۷۸

۱۷ ڈاکٹر وحید مرزا، دیوان مظہر کڑہ، اورینٹل کالج میگزین (لاہور)، ۱۱/۳، مئی ۱۹۳۵ء، ص ۱۳۷

۱۸ سید عبدالحئ الحسنی، نزھۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، الجزء الاول والثانی، ۱۳۴۷ھ، ۱۳۵۰ھ، رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۳۲-۳۳، مقالات سلیمان، ۲/۲۸-۳۲

۱۹ فوائد الفواد، ص ۲۷۸

۲۰ نزھۃ الخواطر، ۲/۲۳

۲۱ محمد اسحاق، ص ۱۰۲

۲۲ محمد اسحاق، ص ۱۰۰

۲۳ مقالات سلیمان، ۲/۱۳۳

۲۴ نزھۃ الخواطر، ۱/۱۲۵، محمد اسحاق بھٹی، فقہاء ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱/۱۸۳

۲۵ K.A. Nizami, *Some Aspects of Religion & Politics in India During the Thirteenth Century*, Delhi, 1974, p.153 (With reference to *Surur al-Sudur*, MS, pp.73-74)

۲۶ محمد اسحاق، ص ۵۰-۵۲

۲۷ مقالات سلیمان، ۲/۷۱-۷۲، عبدالکریم السمعانی، کتاب الانساب، لائیڈن، ۱۹۱۲ء، ص ۴۹۷، محمد اسحاق، ص ۷۲-۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸ محمد اسحاق، ص ۱۰۱

۲۹ محمد قاسم فرشتہ، تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ عبدالحیٔ خواجہ) مکتبہ ملت، دیوبند (بدون تاریخ)، ص ۷۹۰-۷۹۱)

۳۰ محمد اسحاق، ص ۱۳۲-۱۳۳

۳۱ مقالات سلیمان، ۲/۹

۳۲ مقالات سلیمان، ۲/۸-۹، محمد اسحاق، ص ۱۳۶-۱۳۷

۳۳ محمود شاہ بیگڑہ کے بارے میں تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جدید ایڈیشن لائیڈن، ای-جے-برل، ۱۹۹۱ء، ۷/۵۰-۵۱، نیز دیکھیے ابوظفر ندوی، گجرات کی تمدنی تاریخ (مسلمانوں کے عہد میں)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء، ص ۱۰، ۱۴۳-۱۴۴، ۱۹۶، ۱۹۷، محمد اسحاق، ص ۱۳۶

۳۴ محمد اسحاق، ص ۱۳۶-۱۳۷

۳۵ محمد اسحاق، ص ۱۳۷

۳۶ گجرات کی تمدنی تاریخ، ص ۱۹۶

۳۷ امتیاز علی خاں عرشی، صحیح مسلم کا ایک قدیم ترین نسخہ ہندوستان میں، معارف، ۲۶/۲، اگست ۱۹۳۰ء، ص ۱۲۶-۱۲۹

۳۸ محمد اسحاق، ص ۱۳۷

۳۹ محمد اسحاق، ص ۱۳۸

۴۰ رحلہ ابن بطوطہ، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۴ء، ص ۴۵۶، نزھۃ الخواطر، ۲/۶۸-۶۹

۴۱ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی (حصہ اول)، شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۵۷ء، ص ۷۳

۴۲ سیر الاولیاء، محولہ بالا، ص ۱۱۱، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۳۲ھ، ص ۷۲ K.A. Nizami, op. cit., p.155

۴۳ تاریخ فیروز شاہی (علی گڑھ ایڈیشن) ص ۴۶-۴۷، ۱۰۲، خلیق احمد نظامی، سلاطین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۱۵۸

۴۴ اخبار الاخیار، ص ۹۱، سیر الاولیاء، ص ۲۷۶-۲۷۷

۴۵ مقالات سلیمان، ۲/ ۲۸

۴۶ سیر الاولیاء، ص ۱۱۱، مناظر احسن گیلانی، ۱/ ۱۱۳، محمد اسحاق، ص ۸۵

۴۷ محمد اسحاق، ص ۹۸، شاہ نجم الدین فردوسی، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری اور علم حدیث، معارف، ۲۳/ ۴، اپریل ۱۹۲۹ء، ص ۲۹۹

۴۸ محمد اسحاق، ص ۹۵

۴۹ سیر الاولیاء، ص ۲۷۸، سید سلیمان ندوی، ہندوستان میں علم حدیث (استدراک و اضافہ)، معارف ۲۴/ ۵، نومبر ۱۹۲۸ء، ص ۳۳۱، محمد اسحاق، ص ۸۷

۵۰ سیر الاولیاء، ص ۲۷۸، مناظر احسن گیلانی، ۱/ ۱۱۰-۱۱۱

۵۱ مناظر احسن گیلانی، ۱/ ۱۱۲

۵۲ حوالہ مذکور، ۱/ ۱۱۲

۵۳ سیر الاولیاء، ص ۱۱۴-۱۱۵

۵۴ فوائد الفواد، ص ۲۹۲

۵۵ فوائد الفواد، ص ۳۹۵

۵۶ فوائد الفواد، ص ۱۷۷

۵۷ فوائد الفواد، ص ۱۷۷-۱۷۹، ۲۹۲، ۳۹۵

۵۸ فوائد الفواد، ص ۲۷۸

۵۹ سیر الاولیاء، ص ۱۱۱-۱۱۲، فوائد الفواد، ص ۱۶۸

۶۰ شاہ نجم الدین فردوسی، حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری اور علم حدیث، معارف، ۲۳/ ۴، اپریل ۱۹۲۹ء، ص ۲۹۵-۲۹۹، محمد اسحاق، ص ۹۵

۶۱ تاریخ فیروز شاہی، (علی گڑھ ایڈیشن)، ص ۱۲-۱۳

۶۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محمد اسحاق، ص ۲۵۹-۲۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۳ مناظر احسن گیلانی، ۱/۱۱۳

۷۴ مقدمہ ''الشوارد فی اللغة، محولہ بالا، ص ۱۸-۳۴، ۶۴، مدد علی نجم القادری، محولہ بالا، ص ۴۸-۵۰، سید محمد خالد علی، ۴/۳۱۶، محمد اسحاق، ص ۲۵۰-۲۵۲

۷۵ الجواہر المضیئۃ، ۲۰۱-۲۰۲، نزھۃ الخواطر، ۱/۱۰۵-۱۰۸، فقہاء ہند، ۱/۱۳۳-۱۳۶

K.A. Nizami, op. cit, p.334

۷۶ Ibid, p.266

۷۷ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محمد خرم علی بلہوری، کتاب تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار در حدیث، مطبع محمدی، بمبئی، ۱۸۴۶ء، ص ۱۰-۱۲ (مقدمہ)، محمد اسحاق، ص ۲۶۱-۲۶۳

۷۸ فوائد الفواد، ص ۱۷۹

۷۹ مناظر احسن گیلانی، ۱/۱۲۰-۱۲۱

۸۰ محمد اسحاق، ص ۲۶۳

۸۱ محمد اسحاق، ص ۱۳۲ (بحوالہ تاریخ فرشتہ، ۱/۳۰۷)

۸۲ عبدالماجد دریابادی، ''حضرت سلطان الاولیاء کے حال میں فرشتہ کی غلطی اور تصحیح کی دو تحریریں''، معارف، ۲۲/۶، دسمبر ۱۹۲۸ء، ص ۴۱۶، محمد اسحاق، ص ۸۷، محمد اسحاق بھٹی، فقہاء ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱/۲۶۰-۲۶۲

۸۳ شاہ نجم الدین فردوسی، محولہ بالا، ص ۲۹۸-۲۹۹

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

عہدِ سلطنت کی فقہی خدمات

اسلامی علوم میں علم فقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، اس کا دائرہ کار کافی وسیع ہے اس کے تحت انسانی زندگی کے مختلف شعبوں (مذہبی، سماجی، معاشی وسیاسی) کے مسائل زیر بحث آتے ہیں جن سے روزمرہ زندگی کے معاملات میں شریعت کا نقطہ نظر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ علم اصلاً اسلام کے اولین دور میں وجود میں آیا اور اسے دوسری وتیسری صدی ہجری میں اس وقت کافی فروغ نصیب ہوا جب فقہ کے چار معروف مذاہب تشکیل پائے اور کتابی صورت میں فقہ کی تدوین کا سلسلہ آگے بڑھا۔ عباسی خلافت کے زمانہ میں علماء کی دلچسپی اور خلفاء کی سرپرستی کی بدولت اس علم کو مزید فروغ نصیب ہوا، فقہ شروع ہی سے مدارس کے نصاب کے ضروری مضامین میں شامل رہا اور اساتذہ وطلبہ اور اہل قلم میں اسے مقبولیت نصیب ہوئی [1]۔ ہندوستان میں تیرہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ترکوں کی سربراہی میں جب دہلی سلطنت قایم ہوئی تو یہاں بھی اس علم کی ترویج واشاعت کے مواقع میسر ہوئے، اس حکومت کی ابتداہی سے علماء نے اس مضمون میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور مختلف ذرائع سے اس کے فروغ میں حصہ لیا۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ یہاں ترکوں کی فتوحات اور بعد میں ان کی حکومت کے دوران جو علماء وفضلاء وسط ایشیا سے منتقل ہوکر اس ملک میں سکونت پذیر ہوئے وہ زیادہ تر فقہ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے تھے۔ اس کا بخوبی اندازہ ان کی علمی دلچسپیوں وسرگرمیوں سے ہوتا ہے جو معاصر تاریخوں وتذکروں میں بہ تفصیل مذکور ہیں۔ ان کی علمی سرگرمیوں نے دہلی کو بغداد اور اسلامی علوم کے دوسرے مشہور مراکز کے ہم پایہ بنادیا۔ انھوں نے فقہ اسلامی میں خاص دلچسپی لی اور اس علم کے فروغ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ مزید براں علماء کا جو طبقہ اہل حکومت سے زیادہ قریب اور دربار میں با اثر رہا وہ بھی اہل فقہ کا تھا اس لیے کہ انھیں میں سے شیخ الاسلام، قاضی، مفتی و محتسب وغیرہ مقرر کیے جاتے تھے، ان کی وجہ سے دربار کی علمی مجلسوں میں بھی فقہ کا بازار گرم رہا۔ ان کے زیر اثر اور کچھ انتظامی ضروریات کے تحت سلاطینِ دہلی نے اس علم کی اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی۔ حکومت کے زیر اہتمام جو مدارس قائم ہوئے ان میں فقہ کی درسیات کو نمایاں مقام ملا اور جو کتابیں اہل حکومت کی ہدایت یا فرمائش کے مطابق مرتب کی گئیں وہ بھی زیادہ تر فقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اسی طرح اس زمانے میں جو علمی مجالس منعقد ہوتی تھیں ان میں بھی فقہ کے مسائل ہی زیادہ زیر بحث آتے تھے[۲]۔

اس بات کے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ سلاطین دہلی علماء (بالخصوص فقہ میں مہارت رکھنے والوں) کی صحبت پسند کرتے تھے۔ انھیں اپنے دربار سے منسلک کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے[۳]۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق فقہی مسائل پر علماء سے تبادلہ خیال سلاطین کے روزمرہ کے معمولات میں شامل تھا[۴]۔ بعض اوقات یہ سلاطین اپنے زمانہ کے قاضیوں اور علماء کے ساتھ مخصوص مجلسیں منعقد کرتے تھے اور ان سے اہم درپیش مسائل پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ کچھ اہم مسائل جو ان مجلسوں میں فقہی نقطہ نظر سے زیر بحث آئے وہ یہ ہیں: مسلم ریاست میں ہندوؤں کی قانونی حیثیت اور ان سے تعلقات و معاملات کی نوعیت، مال غنیمت اور بیت المال کے دوسرے وسائل میں سلطان کا حصہ، حکومت کے ذریعہ معروف محاصل کے علاوہ دیگر محاصل نافذ کرنا و وصول کرنا، بددیانت افسران کو سزا دینے کی نوعیت، ملحد فرقوں کے خلاف تادیبی کاروائی، سیاسی مجرمین کے خلاف اقدام کی نوعیت۔ اس ضمن میں سلطان علاء الدین خلجی کا مکالمہ قاضی مغیث سے[۵]، سلطان محمد بن تغلق کا مباحثہ ضیاء الدین برنی سے[۶] اور سلطان فیروز شاہ تغلق کے استفسارات معاصر علماء سے کافی معروف ہیں[۷]۔ اسی ضمن میں یہ ذکر برمحل معلوم ہوتا ہے کہ علماء سے انفرادی طور پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفسار کے علاوہ بعض اوقات اہم ومختلف فیہ مسائل میں علماء کی مجموعی رائے جاننے کے لیے سلاطین بحث ومباحثہ کی مجلسیں منعقد کراتے تھے جنھیں اس وقت کی اصطلاح میں محضر کہا جاتا تھا۔ اس میں بالخصوص دہلی کے ممتاز علماء کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی، اگر کوئی ایسا مسئلہ ہوتا جس کا تعلق صوفیاء سے بھی ہوتا تو مشائخ کو بھی مدعو کیا جاتا۔ ان میں سے کسی بزرگ یا معروف عالم کو حکم یا صدر مجلس کے طور پر مقرر کیا جاتا، سلطان التمش اور سلطان غیاث الدین تغلق کے دور میں سماع کی شرعی حیثیت پر غور وفکر کے لیے محضر طلب کیا گیا ۸ سلطان جلال الدین خلجی کے عہد میں سیدی مولا کے خلاف بغاوت کے الزام پر بحث ومباحثہ اور سزا کی تعیین کے لیے محضر کا اہتمام کیا گیا ۹۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اہم مسائل میں علماء سے اجتماعی طور پر صلاح ومشورہ کرتے تھے اور درپیش مسائل میں ان سے شریعت کا نقطہ نظر معلوم کرتے تھے ۱۰۔ سلطان سکندر لودی کی شہزادگی کے دوران کروکشیتر میں ہندوؤں کے ایک قدیم مذہبی مقام کی مسماری کی تجویز پر شرعی نقطہ نظر سے غور وخوض کے لیے محضر طلب کیا گیا ۱۱ اور دوسری بار ان کے عہد سلطنت میں علماء کی ایک اجتماعی مجلس میں ارتداد کا ایک مسئلہ زیر بحث آیا۔ ۱۲

ان تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سلاطین دہلی مختلف معاملات میں شریعت کا نقطہ نظر جاننے کی خواہش رکھتے تھے اور اس کے لیے علماء سے انفرادی و اجتماعی دونوں طور پر رجوع کرتے تھے۔ گرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ سلاطین ہر معاملہ میں علماء کے فتاویٰ یا ان کی قانونی رایوں پر عمل کرتے تھے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ شرعی مسائل میں دلچسپی رکھتے تھے۔ بہرحال دہلی سلطنت کا یہ علمی ماحول فقہ کی ترویج واشاعت کے لیے سازگار ثابت ہوا جیسا کہ آنے والی تفصیلات سے مزید واضح ہوگا۔

علم فقہ میں علماء کی دلچسپی جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا دہلی سلطنت کے قیام کے ابتدائی دور ہی سے پائی جاتی ہے لیکن اس علم کی ترقی اور فقہی کتب کی تالیف کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص طور سے تغلق سلاطین کا عہد حکومت (۱۳۲۰-۱۳۸۸ء) کافی مشہور ہے۔ اس دور میں فقہ کی تدریس پر خاص توجہ دی گئی، علماء وفقہاء کی مجلسوں کے علاوہ شاہی دربار کی علمی مجلسوں میں بھی فقہی مسائل پر بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہا[۱۳]۔ خاص بات یہ کہ سلطان غیاث الدین تغلق اور سلطان فیروز شاہ تغلق (جو اسلامی علوم میں دلچسپی کے لیے معروف تھے) کے علاوہ سلطان محمد تغلق کے عہد میں بھی اس علم کے فروغ کے واضح ثبوت ملتے ہیں جب کہ اس سلطان کو عام طور پر عقلی علوم کا دلدادہ کہا جاتا ہے۔ محمد تغلق نے سمرقند کے معروف عالم برہان الدین اور شیراز کے ممتاز فقیہ قاضی مجدالدین کو ہندوستان لانے کے لیے اپنے مخصوص سفراء بھیجے تھے اور ان کے اخراجات سفر کے لیے خطیر رقم مختص کی تھی[۱۴]۔ مزید براں سلطان نے دوسرے ممالک سے فقہ کی نادر کتابوں کے منگانے کا بھی اہتمام کیا تھا[۱۵]۔ صبح الاعشیٰ کے مصنف القلقشندی نے جب سلطان محمد بن تغلق کے زمانہ میں دہلی میں پائے جانے والے ایک ہزار مدرسہ کا ذکر کیا تو یہ وضاحت ضروری سمجھی کہ ان میں ایک کے علاوہ باقی تمام میں فقہ حنفی کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے[۱۶]۔ اسی زمانہ کے ایک دوسرے عرب مصنف نے علم کی اشاعت میں سلطان محمد تغلق کی دلچسپیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس پہلو پر خاص زور دیا کہ اس نے مکاتب میں درس وتدریس کے لیے ہزاروں فقہاء مقرر کیے ہیں[۱۷]۔ القلقشندی نے اسی سلطان کی بابت یہ بھی صراحت کی کہ اس کے دسترخوان پر روزانہ دو سو فقیہ موجود رہتے تھے جن سے وہ دوران طعام تبادلہ خیال کرتا رہتا تھا[۱۸]۔ اس سے آگے بڑھ کر سلطان کے بارے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسے فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' زبانی یاد تھی[۱۹]۔ ممکن ہے ان بیانات میں کچھ مبالغہ ہو لیکن ان سے بہرحال فقہ میں سلطان کی دلچسپی کا ثبوت ملتا ہے۔

عہد زیر بحث میں فقہ کی مقبولیت کے ضمن میں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ علماء کے زمرہ سے تعلق رکھنے والے متعدد صوفیاء نے بھی اس مضمون میں دلچسپی لی اور امتیاز حاصل کیا، مشہور صوفی اور محمد بن تغلق کے معاصر شیخ نصیر الدین چراغ دہلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہی علوم میں مہارت کی وجہ سے ''ابوحنیفہ ثانی'' کے لقب سے معروف ہوئے ۲۰۔ شیخ فخر الدین زرادی اور قاضی محی الدین کاشانی (مریدین شیخ نظام الدین اولیاء) اور اسی دور کے ایک دوسرے معروف صوفی شیخ حسام الدین ملتانی ماہرین فقہ میں شمار ہوتے تھے ۲۱۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے دو مرید شیخ یوسف گدا اور شیخ رکن الدین نے فقہی مسائل پر منظوم کتابیں مرتب کی تھیں جو بالترتیب تحفۃ النصائح اور طرفۃ الفقہاء کے نام سے موسوم ہوئیں (ان کا مختصر تعارف آگے آرہا ہے)۔ اسی طرح ایک سہروردی صوفی شیخ فضل اللہ ماجونے ''فتاوای صوفیہ'' کے نام سے فتاوی کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا گرچہ علماء نے اس کے مشتملات سے اختلاف ظاہر کیا تھا ۲۲۔

فقہ میں دلچسپی کا یہ ماحول سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں (۱۳۵۱-۱۳۸۸ء) مزید پروان چڑھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ سلطان کی علمی دلچسپیوں کا دائرہ بہت وسیع تھا اور اس کی معارف پروری عام تھی جس کے تحت مختلف علوم وفنون کو فروغ ملا ۲۳ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سلطان نے علم فقہ کی اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی اور یہی علم اس کی توجہ کا خاص مرکز بنا۔ اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ ذاتی طور پر علمِ فقہ کا شایق تھا اور اسے فقہی مسائل کے جاننے اور سمجھنے میں کافی دلچسپی تھی۔ سیرتِ فیروز شاہی کے بیان کے مطابق وہ فقہ کی کتابیں پڑھوا کر سنتا تھا اور اس طرح اس نے بہت سے مسائل میں چاروں فقہی مذاہب کے نقطۂ نظر سے واقفیت حاصل کر لی تھی ۲۴۔ ان سب کے علاوہ فقہ اسلامی میں سلطان فیروز شاہ تغلق کی گہری دلچسپی کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ ایک مذہب پسند حکمراں تھا جو حکومت کے مختلف شعبوں میں احکامِ شریعت کے نفاذ کا خواہاں تھا اور اس کے لیے اس نے کچھ سنجیدہ کوششیں بھی کیں۔ معاصر مؤرخ ضیاء الدین برنی کے خیال میں دہلی کی فتح کے بعد نہ تو فیروز شاہ تغلق جیسا متقی کوئی سلطان گذرا ہے اور نہ ہی احکامِ شریعت کے نفاذ میں کسی نے اس قدر کوشش کی ہے ۲۵۔ دلچسپ اور اہم بات یہ ہے کہ سلطان کی یہ کوشش اس کی حکومت کے ابتدائی زمانہ ہی سے جاری ہوئی۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ محمد بن تغلق کی وفات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وقت فیروز شاہ تھٹہ (سندھ) میں تھا اور وہیں اس کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ جب وہ وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہوا تو اسے راستہ میں معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے دہلی میں ایک لڑکے کو محمد بن تغلق کا بیٹا بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔ اس صورت حال کی روشنی میں سلطان نے علماء سے (جو اس کے ہم رکاب تھے) رائے معلوم کی کہ شریعت کی رو سے اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ علماء کا یہ فیصلہ ملنے کے بعد ہی وہ دہلی کے لیے آگے بڑھے کہ سلطان کی حیثیت سے ان کی تخت نشینی صحیح ہے ۲۶۔ اس کے بعد فیروز شاہ نے تقریباً ۳۷ سال حکومت کی۔ مورخین کے بیانات سے اس بات کے واضح ثبوت ملتے ہیں کہ سلطان نے اس دوران ایک دو نہیں بلکہ متعدد بار مختلف معاملات میں (جن میں حکومت سے متعلق مسائل بھی شامل تھے) علماء و فقہاء سے مشورہ کیا اور ان کی رائے کی روشنی میں ہی اپنا فیصلہ صادر کیا یا عملی قدم اٹھایا۔ چند اہم امور جن کے بارے میں فیصلہ سے قبل سلطان نے علماء سے تبادلۂ خیال کیا وہ درج ذیل ہیں:

(الف) سابق سلاطین کے زمانہ سے حکومت کی جانب سے عوام کے مختلف طبقوں سے وصول کیے جانے والے محاصل کی شرعی نوعیت کیا ہے ان میں کتنے شریعت سے ثابت ہیں اور کتنے نہیں ۲۷۔

(ب) کیا شریعت کی رو سے برہمن جزیہ سے مستثنیٰ قرار دیے جا سکتے ہیں یا ان پر یہ ٹیکس عائد کیا جانا چاہیے ۲۸۔

(ج) بنجر و بیکار زمینوں کو قابلِ کاشت بنانے اور مزروعہ آراضی کو آب پاشی کی سہولت بہم پہنچانے کے لیے حکومت نے اپنے اخراجات پر جو نہریں کھدوائی ہیں کیا حکومت کو ان کے استعمال کرنے والوں پر کچھ محصول عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے ۲۹۔

(د) بعض ایسے صوفیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے جن کے اعتقادات سے گمراہی پھیل رہی ہے ۳۰۔

(ہ) اُس زنار دار (برہمن) کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے جس نے دہلی کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ میں کفر وشرک کی کھلے عام تبلیغ کا اڈہ قائم کر رکھا ہے اور مسلمانوں کو بھی اپنے دام تزویر میں لانے کی کوشش کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے ایک مسلمان عورت کو مرتد بنا دیا ہے[۳۱]۔

(و) اُس شخص کے خلاف کیا اقدام کیا جائے جو نبوت کا دعویدار ہے اور جو اپنے آپ کو مہدی آخر الزماں کہتا پھرتا ہے[۳۲]۔

(ز) اباحتی فرقہ کے لوگ کس سزا کے مستحق ہیں۔ یہ ایک ایسے طرز زندگی کے داعی تھے جس میں نہ تو شریعت کے پاس ولحاظ تھا اور نہ اخلاقی قدروں کا۔ یہ کھلے عام طرح طرح کی برائیوں میں ملوث ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی طرف راغب کرتے تھے[۳۳]۔

مزید براں قانونِ شریعت کی پابندی پر زور دیتے ہوئے سلطان نے اور بہت سے ضوابط جاری کیے مثلاً کسی کا ناحق خون بہانے، سزا یافتہ مجرم کا مثلہ بنانے اور اقبال جرم کے لیے سخت ایذا دہی وتعذیب کی ممانعت، شرعی اصول کے مطابق مال غنیمت کی تقسیم، محاصل کی تشخیص وتعیین میں اصل پیداوار اور کسانوں کی حالت کی رعایت، مزارات پر عرس کے موقع پر عورتوں کی حاضری پر پابندی، کھانے پینے، لباس ورہن سہن میں شاہ خرچی اور غیر شرعی چیزوں کے استعمال کی ممانعت وغیرہا[۳۴]۔ گرچہ مآخذ میں صراحت نہیں ملتی لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ سلطان نے اِن ضوابط کو تشکیل دیتے وقت بھی علماءِ وقت سے صلاح ومشورہ ضرور کیا ہوگا جیسا کہ مذکورہ بالا کچھ امور سے متعلق یہ واضح شہادت ملتی ہے کہ اُن کے بارے میں فیصلہ لینے سے قبل سلطان نے باقاعدہ مشاہیر علماء کی میٹنگ بُلائی تھی۔

قوانین شریعت کے نفاذ میں سلطان کی دلچسپی اور علم فقہ سے اس کی ذاتی رغبت کا ایک اہم نتیجہ یہ سامنے آیا کہ اس کے عہدِ حکومت میں فقہی علوم کی خوب اشاعت ہوئی، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور بحث ومباحثہ مختلف ذرائع سے اس علم کو رواج ملا۔ مدارس اور تعلیم کے انفرادی مراکز دونوں میں فقہ کی تدریس پر خاص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور دیا گیا اور اِس خدمت انجام دینے کو حکومت کی جانب سے خصوصی انعام واکرام سے نوازا گیا ۳۵۔ مزید براں تاریخی کتب وتذکروں میں معاصر علماء کی جو سرگرمیاں بیان کی گئی ہیں اُن میں فقہ کی تدریس کا ذکر نمایاں طور پر ملتا ہے۔ عہد فیروز شاہی کے جو علماء فقہ کے میدان میں تدریس کے لیے معروف تھے اُن میں خاص طور پر قابلِ ذکر یہ ہیں: شیخ اسحاق مغربی، مولانا جلال الدین رومی، شیخ حسین بن احمد بخاری (مخدوم جہانیان جہاں گشت)، شیخ داؤد بن حسین شیرازی، شیخ عثمان چشتی اودھی، شیخ علاء الدین نیلی اودھی، مولانا کمال الدین دہلوی، شیخ محمد بن محمد صغانی، مولانا نجم الدین انتشار دہلوی، مولانا نجم الدین سمرقندی اور شیخ یوسف حسینی ملتانی ۳۶۔

درس وتدریس کے علاوہ علماء وفقہاء کی نجی مجلسیں بھی فقہ کی اشاعت کا ذریعہ بنتی تھیں، علماء کے حلقوں میں مختلف قسم کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ درباری علماء کا اپنا حلقہ تھا اور عام علماء کی اپنی نشستیں ہوتی تھیں۔ عام مسائل کے علاوہ وہ حکومت اور معاشرت ومعیشت کے ان مخصوص معاملات پر بھی فقہی نقطۂ نظر سے تبادلۂ خیال کرتے تھے جو اُس زمانہ میں سامنے آتے یا لوگوں کے ذہنوں میں اُبھرتے تھے۔ اس طرح کے چند مخصوص مسائل جو علماء وفقہا کی مجالس میں زیر بحث آئے اور جن کا بیان تاریخی کتب، تذکروں وانشاء کے مجموعوں میں ملتا ہے اس طور پر ذکر کیے جاسکتے ہیں: حکومت کا نظم ونسق اور شریعت کے قانون کا نفاذ، ہندوؤں کی شرعی حیثیت اور ان سے تعلقات کی نوعیت، ۳۷ درباری رسوم وآداب اسلامی نقطۂ نظر سے، اہل حکومت سے مراسم اور اِن کے عطیات (نقد وجنس) کے استعمال کی قانونی حیثیت، ۳۸ حکومت کے وسائلِ آمدنی میں سلطان کا حق، حکومت کے ذریعہ وصول کیے جانے والے محاصل کی شرعی حیثیت، ۳۹ شریعت کے متعینہ محاصل کے علاوہ مزید محاصل کا حقِ نفاذ، ۴۰ سرکاری طور پر اشیاء کے نرخ کی تعیین، ۴۰ الف اور بعض اشیاء کی خرید وفروخت پر حکومت کا کنٹرول وغیرہ۔ ۴۱

۱۳۸۸ء میں فیروز شاہ تغلق کی وفات کے بعد دہلی سلطنت کئی برسوں تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی انتشار اور عدم استحکام کا شکار رہی، اس کی خاص وجہ سلطان فیروز شاہ کے لڑکے اور پوتوں میں تخت سلطنت پر قبضہ کے لیے باہمی چپقلش و خانہ جنگی تھی جو بالآخر مرکزی حکومت کی کمزوری کا باعث بنی۔ اس صورت حال میں بہت سے صوبائی گورنروں نے آزادی وخودمختاری کی راہ اختیار کرلی اور مرکز حکومت دہلی کچھ عرصہ تک مخالف وجنگ آزما گروپوں کے درمیان منقسم رہی، دریں اثناء ۱۳۹۶ء میں امیر تیمور کے حملے نے دہلی سلطنت کی سیاسی ومعاشی پوزیشن کو اور کمزور کردیا۔ اس صورت حال میں تبدیلی اس وقت آئی جب دہلی سلطنت پر لودی خاندان کے حکمرانوں کا قبضہ قایم ہوا۔ اسی کے ساتھ علمی سرگرمیاں بھی جاری ہوئیں۔ اپنے پیش رو دہلی سلاطین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان حکمرانوں نے بھی اسلامی علوم کے فروغ میں دلچسپی لی اور علماء وفضلاء کی حوصلہ افزائی کی۔ خاص طور سے سلطان سکندر لودی (۱۴۸۸-۱۵۱۷ء) علم کا بڑا شایق اور علماء کا بہت قدرداں تھا جس کی وجہ سے اسلامی علوم کو کافی فروغ ملا۔[۴۲] سلطان نے علماء کی مجلسیں منعقد کرنے اور ان سے مذہبی وفقہی امور میں تبادلہ خیال کرنے میں کافی دلچسپی لی[۴۳]۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ پندرہویں صدی عیسوی میں شہر جونپور نہ صرف مشرقی سلطنت کا پایہ تخت قرار پایا بلکہ علم وفن کا مرکز اور اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ بھی بن گیا۔ اس سلطنت کے مشہور حکمراں سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۰۰-۱۴۴۰ء) نے دینی مدارس کے قیام اور اسلامی علوم (بشمول فقہ) کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔[۴۴]

جہاں تک عہد اسلامی کے ہندوستان میں فقہ کے میدان میں تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں کا تعلق ہے اس کی ابتداء بالکل اولین دور سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ روایت ملتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کی ایما پر فارسی میں فقہ کی ایک کتاب ''مجموع سلطانی'' کے نام سے تالیف کی گئی اس کی تالیف کا مقصد جیسا کہ اس کے مقدمہ سے واضح ہے روزمرہ کے مسائل (بالخصوص فوجی مہمات کے دوران ابھرنے والے) میں سلطان کو شرعی نقطہ نظر سے رہنمائی فراہم کرنا تھا۔[۴۵] لیکن بعض اسکالرس اس کتاب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف (سلطان محمود غزنوی کے بجائے) بعد کے دور سے منسوب کرتے ہیں ۴۶۔ اس کتاب کے مخطوطات مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں: مولانا آزاد لائبریری (ذخیرہ شیفتہ، فارسیہ نمبر ۲۹/۲۶)، انڈیا آفس لائبریری (فہرست مخطوطات فارسی، ۱۳۷۲/۱، نمبر ۲۵۵۱)، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال لائبریری (ایوٹو، فہرست فارسی مخطوطات، ص ۲۵۷، نمبر ۳۵۹)، آصفیہ لائبریری حیدرآباد (فہرست، ۱۱۲۶/۲)، علامہ شبلی لائبریری، ندوۃ العلماء، لکھنؤ (فقہ، فارسی، نمبر ۳۴)۔ یہ کتاب لاہور سے ۱۸۷۸ء اور ۱۹۰۹ء میں شایع ہو چکی ہے اور مطبع مسیحائی، کانپور سے ۱۲۸۳ھ میں چھپی ہے۔

تاریخی مآخذ میں اس بات کے وافر شواہد موجود ہیں کہ عہد سلطنت کے علماء نے مختلف قسم کی فقہی کتب تصنیف و تالیف کیں۔ قدیم فقہی کتب کی تلخیص یا ان کی شروح وحواشی لکھنے کے علاوہ ان کی فقہی خدمات میں خود ان کی اپنی تصانیف بھی شامل ہیں۔ ان کتابوں پر نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے فتاویٰ کے مجموعے تیار کرنے میں خاص دلچسپی لی۔ انھوں نے ان مجموعوں کو مضمون کے اعتبار سے مختلف ابواب کے تحت مرتب کیا ہے جیسا کہ عام فقہی کتب کی تالیف کا متداول طریقہ رہا ہے۔ ان میں بیش تر فتاویٰ یا تو سلاطین وامراء کی ایما پر مرتب کیے گئے یا ان کے نام سے منسوب کیے گئے مثلاً فتاوای غیاثیہ، فتاوای فیروز شاہی، فتاوای تاتارخانی اور فتاوای ابراہیم شاہی، ان کا مختصر تعارف یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فتاوای غیاثیہ:

یہ ایک عربی مجموعہ فتاویٰ ہے جسے داؤد بن یوسف الخطیب البغدادی نے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد (۱۲۶۶-۱۲۸۶ء) میں تالیف کیا تھا۔ فتاوای تاتارخانی کے مطبوعہ نسخہ میں مرتب نے اسے سلطان غیاث الدین تغلق کے عہد (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء) سے منسوب کیا ہے جو صحیح نہیں ہے ۴۷، اس لیے کہ اس کے مقدمہ میں صاف طور پر سلطان غیاث الدین بلبن کا نام مذکور ہے ۴۸۔ یہ فتاویٰ پہلی بار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولاق، مصر سے ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۹ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کا قدیم مطبوعہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) میں دستیاب ہے ۴۹ اس کے مخطوطات المکتبۃ الخدیویہ (مصر) پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) آصفیہ لائبریری (حیدرآباد) اور دارالمصنفین شبلی اکیڈمی (اعظم گڑھ) میں محفوظ ہیں۔ آخرالذکر مخطوطہ نامکمل ہے۔ کشف الظنون کے ضمیمہ ایضاح المکنون میں بھی فتاوای غیاثیہ کا ذکر ملتا ہے۔ ۵۰ یہ فتاویٰ اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ یہ عہد سلطنت کا اولین مجموعہ فتاویٰ ہے۔ مولف کے بارے میں معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ ان کی نسبت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اصلاً بغداد کے رہنے والے تھے لیکن وہ یا ان کا خاندان کب ہندوستان منتقل ہوا اس باب میں قطعی طور سے کچھ معلوم نہ ہوسکا، اس فتاویٰ کے مراجع میں فقہ حنفی کی متعدد قدیم کتب شامل ہیں۔ ان میں خاص طور سے فتاوای ذخیرہ، فتاوای سمرقندی، جامع الفتاوی، مختصر الطحاوی، الہدایہ اور آداب القاضی قابل ذکر ہیں۔ اس ضمن میں اہم بات یہ کہ مولف نے مقدمہ میں اپنے جملہ مآخذ کی فہرست ان کے اختصاریہ جات (ABBREVIATIONS) کے ساتھ درج کی ہے اور متن میں انہی کا حوالہ دیا ہے۔ مآخذ کے حوالہ دینے کا یہ جدید طریقہ شاذ و نادر ہی عہد وسطیٰ کی کسی کتاب میں ملتا ہو۔

جہاں تک اس فتاویٰ کے طرز تالیف کا تعلق ہے اس میں فقہی کتب کا متداول طریقہ اختیار کیا گیا ہے، اس کے مشتملات کتاب، باب اور فصل میں منقسم ہیں۔ اس میں انہی مسائل کی تشریح و ترجمانی پر خاص زور دیا گیا ہے جو عام فقہی کتب میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ملتے ہیں لیکن اس کے مباحث کے گہرے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولف نے بہت سے عصری مسائل پر بھی اپنی فقہی رائے پیش کی ہے اور متعدد قدیم مسائل پر اپنے زمانہ کے حالات کے سیاق میں اظہار خیال کیا ہے۔ اس طرح فتاوای غیاثیہ محض قدیم فقہی کتب یا فتاویٰ کے مجموعوں کی تلخیص نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس میں اس دور کے مسائل کی عکاسی بھی ملتی ہے جس میں یہ مرتب کیا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ عصری مسائل جو فتاوای غیاثیہ میں زیر بحث آئے ہیں ان کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

☆ نماز میں قرآنی آیات کی قراءت فارسی، ترکی یا ہندوستانی زبان میں۔۵۱

☆ نکاح میں ایجاب وقبول یا طلاق کے کلمات فارسی زبان میں ادا کرنا۔۵۲

☆ سلطان کے عطایا وتحائف کو قبول کرنے کی قانونی حیثیت۔۵۳

☆ بیت المال میں سلطان کے حقوق۔۵۴

☆ سلطان کو آداب تسلیم بجالاتے ہوئے ان کے سامنے سجدہ ریز ہونا۔۵۵

☆ جان کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا۔۵۶

☆ بدعنوان وبددیانت افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کی نوعیت۔۵۷

☆ قرآن ودیگر مذہبی کتابوں کی تدریس کا مالی معاوضہ وصول کرنا۔۵۸

☆ کسی ملازم یا مزدور کو پیشگی تنخواہ ادا کرنا۔۵۹

☆ غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت۔۶۰

☆ جزیہ کے لیے ذمیوں کی معاشی حالت متعین کرنے میں مقامی حالت کا لحاظ رکھنا۔۶۱

☆ غریب ذمی کو جزیہ سے مستثنیٰ کرنا۔۶۲

☆ ذمیوں کے شراب کے برتن توڑنے کا جواز یا عدم جواز۔۶۳

☆ مسلمانوں کا ذمیوں کے ساتھ تجارت میں شریک ہونا۔۶۴

اسی طرح فتاوای غیاثیہ میں بہت سے عام دلچسپی کے مسائل بیان کیے گئے ہیں جو ہر دور میں اپنی معنویت رکھتے ہیں، مثال کے طور پر فتاوی کی رو سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ رہائشی علاقہ میں اپنے گھر کو اصطبل یا کسی ایسی چیز میں تبدیل کردے جو پڑوسی کے لیے باعث تکلیف ہو۔۶۵ کپڑے کی دکانوں کے قریب بھٹی قایم کرنا یا کھلی ہوئی جگہ پر روئی کی دھنائی کا کام کرنا بھی مولف کی رائے میں جائز نہیں ہے۔۶۶ اس لیے کہ اس سے کپڑوں پر برا اثر پڑے گا اور روئی دھنائی کی وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فضا میں آلودگی ہوگی جو لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہوگی یہاں یہ بات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی بھلائی کا خیال رکھے اور انھیں ان تمام چیزوں سے تحفظ کا اہتمام کرے جو ان کے لیے تکلیف دہ یا نقصان کا باعث ثابت ہو۔ ۶۷

مختصر یہ کہ فتاوی کا یہ مجموعہ زبان و بیان، مباحث اور متعدد عصری مسائل کی تشریح و ترجمانی کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے مشتملات کے گہرے مطالعہ اور تجزیہ کی ضرورت ہے تا کہ اس کی قدر و قیمت مزید واضح ہو جائے۔

فتاوای فیروز شاہی

فتاوای فیروز شاہی کی تالیف اور مؤلف کے بارے میں معاصر مآخذ میں تفصیلات نہیں ملتیں۔ اس کتاب کے مقدمہ سے مختصراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق جو معاشرت و حکومت کے مختلف معاملات میں احکامِ شریعت کے نفاذ کا خواہاں تھا فارسی میں فقہ کی ایک ایسی جامع کتاب مرتب کرانا چاہتا تھا جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق مسائل کی وضاحت پر حاوی ہو اور جو عوام و خواص یا اہلِ حکومت و رعایا سب کے لیے مفید ثابت ہو۔ اسی دوران سلطان کے ایک قریبی ندیم ملک قبول قرآن خواں کو یہ معلوم ہوا کہ صدرالدین یعقوب مظفر کہرامی ۶۸ نے استفتاء و فتوی کی صورت میں فتاویٰ کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جو فقہاء کی سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ تھا اور فقہی مسائل کا ایک بہترین مرقع تھا، لیکن اس کی تصحیح و تنقیح سے قبل ہی مؤلف وفات پا گئے اور یہ مسودہ ایک عرصہ تک ان کے ورثہ کے قبضہ میں غیر معروف حالت میں پڑا رہا۔ سلطان کی فرمائش کی تکمیل میں اس نے یہ مسودہ مؤلف کے ورثہ سے حاصل کیا۔ سلطان نے علماء و فقہاء کی ایک جماعت اکٹھا کی جس نے اس پر نظر ثانی اور تصحیح و تنقیح کا کام انجام دیا۔ ۶۹ اس فتاویٰ پر نظر ثانی اور اس کی تکمیل کا جو بیان مقدمہ میں ملتا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کام میں مرتبین کو سلطان فیروز شاہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرپرستی حاصل تھی۔ مقدمہ میں سلطان کی دین داری، مذہبی خدمت، علم نوازی، انصاف پسندی اور رعایا پروری کی خوب خوب تعریف کی گئی ہے۔ اس فتاویٰ کے اولین مؤلف کس زمانہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ پہلے پہل کس سلطان کے عہد میں تالیف کیا گیا، معاصر مآخذ میں اس کی وضاحت نہیں ملتی، صدرالدین نامی عالم خلجی سلاطین کے معاصرین میں بھی تھے اور تغلق سلاطین کے عہد میں بھی ملتے ہیں لیکن ''کہرامی'' کی نسبت (جو فتاویٰ میں ان کے نام کے ساتھ مذکور ہے) تغلق سلاطین کے معاصر ''صدرالدین'' کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔[۷۰] جدید مؤرخین نے عام طور پر صدرالدین (مؤلف اول) کو فیروز شاہ تغلق کا معاصر قرار دیا ہے۔[۷۱] بہرحال کسی واضح ثبوت کے بغیر اس ضمن میں قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔

یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسی نوع کے ایک دوسرے مجموعہ فتاویٰ، (فتاوای قراخانی) کے دیباچہ میں بھی اس کی تالیف کا پس منظر اور بحث کا انداز تقریباً وہی بیان کیا گیا ہے جو فتاوای فیروز شاہی میں ملتا ہے۔ ان دونوں مجموعوں کے بارے میں یہ قطعی رائے دینا کہ دونوں ایک ہی ہیں، اسی وقت ممکن ہے جب ان کے متون کا شروع سے آخر تک موازنہ کیا جائے۔ علی گڑھ میں فتاوای قراخانی کا مخطوطہ[۷۳] دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے فی الحال یہ ممکن نہیں ہوسکا ہے لیکن بعض کتابوں بالخصوص ''برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ'' (مصنفہ محمد اسحاق بھٹی) میں اس فتاویٰ کے جو اقتباسات ملتے ہیں اُن میں اور فتاوای فیروز شاہی کی متعلقہ عبارت میں موازنہ سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ دونوں تالیفات اصلاً ایک ہی ہیں جو جداگانہ ناموں سے معروف ہوئیں۔[۷۴] یہاں یہ وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی اور پنجاب پبلک لائبریری (لاہور) کے فہرست نگار نے صدرالدین یعقوب مظفر (مؤلف فتاوای قراخانی) کو سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا ہم عصر قرار دیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کے تکمیلی مراحل سلطان علاءالدین خلجی کے عہد میں انجام کو پہنچے۔[۷۵] لیکن مختلف قرائن و شواہد کی روشنی میں یہ بیان محلِ نظر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحث کی ترتیب اور فصول وابواب میں ان کی تقسیم کے اعتبار سے فتاوای فیروز شاہی دوسرے مجامیع فتاویٰ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے لیکن اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ باب وفصل کے تحت مسائل استفتاء وفتوی کے پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ جب کہ اس زمانہ کے دیگر فتاویٰ میں مباحث فقہ کی عام کتابوں کی طرح متن کی صورت میں ملتے ہیں۔ زبان کے سلسلہ میں بھی یہ کتاب ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ سوال وجواب کی حد تک اس کی زبان فارسی ہے۔ لیکن فتویٰ یا جواب کی تائید میں اقتباسات عربی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ جہاں تک اس فتاویٰ کے مآخذ کا تعلق ہے اس میں دوسری صدی ہجری سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک کے فقہاء حنفیہ کی معروف کتابیں شامل ہیں۔ مرتب کے بیان کے مطابق اس فتاویٰ کی تدوین میں فقہ کی ۸۹ معتبر کتابوں سے مدد لی گئی ہے[۷۶]، اس میں فتاویٰ کے جن قدیم مجموعوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں قابلِ ذکر یہ ہیں: فتاوای صغریٰ، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاوای سراجیہ، ذخیرۃ الفتاوی، فتاوای قاضی خاں اور فتاوای ظہیریہ، فتاوای فیروز شاہی ابھی غیر مطبوعہ ہے اور اس کے مخطوطات مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (یونیورسٹی کلکشن، فارسیہ، نمبر ۲۶۰) اور انڈیا آفس لائبریری، لندن (ایتھ ۱/۱۳۷۷، نمبر ۲۵۶۴) میں محفوظ ہیں۔ مولانا آزاد لائبریری میں دستیاب (یونیورسٹی ضمیمہ نمبر ۵) اس کا دوسرا نسخہ ناقص الطرفین ہے جو صرف ۴۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ انڈیا آفس کا مخطوطہ ''فقہ فیروز شاہی'' کے نام سے موسوم ہے۔

فتاوای فیروز شاہی میں ایک دو جگہ کے علاوہ مستفتی کا نام کہیں نہیں ملتا۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوالات خود مرتب کے تیار کردہ ہیں لیکن ان سوالات کی نوعیت سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں بہت سے ایسے مسائل شامل ہیں جو اس زمانہ کے مخصوص سیاسی، سماجی ومعاشی حالات میں لوگوں کے ذہنوں میں اُبھرے تھے یا سامنے آئے تھے۔ اس نوع کے مسائل میں درج ذیل کو ذکر کیا جا سکتا ہے:

☆ دہلی و دولت آباد میں رویت ہلال میں اختلاف اور ایک دوسرے پر اس کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطلاق۔۷۷

☆ دہلی منتقل ہوکر سکونت اختیار کرنے والوں کے لیے ان کے اصل وطن کی شرعی حیثیت۔۷۸

☆ منگولوں کے ہاتھوں قید ہونے اور لاپتہ ہونے پر مفقود کی حیثیت کا تعین۔۷۹

☆ غیر مسلموں سے تعلقات و معاملات اور ان کے سماجی و مذہبی حقوق۔۸۰

☆ شرعی و غیر شرعی محاصل۔۸۱

☆ بدعنوان افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کی نوعیت۔۸۲

☆ حکومت کی جانب سے اشیاء کی قیمت کی تعیین۔۸۳

☆ مضاربت، مشارکت و دلالت سے متعلقہ امور۔۸۴

☆ سفتجہ یا ہنڈی کا استعمال۔۸۵

☆ چوگان و شطرنج بازی اور پیشہ ور گداگری۔۸۶

☆ تعویذ و گنڈے کا استعمال۔۸۷

یہاں خاص طور سے یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ غیر مسلموں سے تعلقات کے مسائل پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فتاوای فیروز شاہی نے نرم و لچک دار رویہ اختیار کیا ہے اور اس کے مشتملات کے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان مسائل کے ضمن میں اُس وقت کے مخصوص حالات کی رعایت کی گئی ہے۔۸۸

فتاوای تاتارخانی

عہد فیروز شاہی کی دوسری اہم فقہی تالیف فتاوای تاتارخانی ہے جو تغلق دور کے ایک بااثر امیر، اہم عہدہ دار اور علم دوست خان اعظم تاتارخاں (م ۱۳۹۷ء) کی ایماء پر انجام پائی۔ اسے علماء کی ایک کمیٹی نے مرتب کیا جس کے سربراہ اس زمانہ کے معروف فقیہ عالم بن العلاء الحنفی الاندرپتی تھے۔۸۹ یہ فقہی شاہکار تیس جلدوں پر مشتمل ہے جس کی حیثیت ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا کی ہے۔ اس مجموعہ سے ہندوستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں علماء وفقہاء کے بورڈ کے ذریعہ فتاویٰ کی کتابیں مرتب کیے جانے کی روایت قایم ہوئی جو مغل دور میں فتاوای عالمگیری جیسے فقہی کارنامہ کی شکل میں مزید پروان چڑھی۔ گرچہ فتاوای تاتارخانی میں زیر بحث مسائل کی وضاحت خاص طور سے حنفی فقہی نقطۂ نظر سے کی گئی ہے لیکن اس فتاویٰ کا امتیاز یہ ہے کہ مسائل کی تشریح وتوضیح میں نہایت باریک بینی اور تفصیل سے کام لیا گیا ہے اور ان تمام مسائل میں جن میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے ان کی آراء کو مآخذ کے حوالہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ معاصر مؤرخ عفیف کے بیان کے مطابق فتاوای تاتارخانی کی تدوین کے وقت فتاویٰ کے ان تمام مجموعوں کو اکٹھا کیا گیا جو دہلی میں دستیاب تھے تاکہ مرتبین اُن کی مدد سے مختلف مسائل میں فقہاء کے موقف اور ان کی اختلافی رایوں سے واقف ہوسکیں ۹۰۔ عفیف کی تاریخ فیروز شاہی میں فتاوای تاتارخانی کی تالیف کا جو بیان ملتا ہے اس کی روشنی میں بعض تذکرہ نگاروں کے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ یہ فتاویٰ شخص واحد (عالم بن علاء الحنفی) کی تالیف ہے ۹۱۔ اگر معاصر مورخ نے وضاحت نہ کی ہوتی تو بھی اس مجموعہ کی تیس جلدوں کے پیش نظر یہی نتیجہ نکالنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ترتیب و تدوین کسی ایک شخص کے ذریعہ تنہا نہیں بلکہ علماء کے ایک بورڈ کی اجتماعی کوششوں سے انجام پائی ہوگی۔ اسی طرح کسی معاصر ماخذ سے اس بیان کی تائید نہیں ملتی کہ مؤلف نے اس فتاویٰ کا نام اصلاً زادالسفر یا زادالمسافر رکھا تھا اور بعد میں تاتارخاں کے نام انتساب کی وجہ سے یہ فتاوای تاتارخانی کے نام سے مشہور ہوا۔ ۹۲ یہاں یہ واضح رہے کہ مؤلف نے فتاویٰ کے مقدمہ میں صاف طور پر بیان کیا ہے کہ اس کی تدوین و ترتیب کے بعد انھوں نے اسے فتاوای تاتارخانیہ کے نام سے موسوم کیا۔ ۹۳ بعض تذکرہ نگاروں کا یہ بیان بھی محلِ نظر ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق چاہتا تھا کہ یہ فتاویٰ اس کے نام معنون ہو لیکن خان اعظم تاتارخان سے گہرے مراسم کی وجہ سے عالم بن علاء نے اسے منظور نہ کیا۔ ۹۴ سلطان کی اس طلب کی وجہ سمجھ میں آنی مشکل ہے اس لیے کہ اس نے خود اپنی نگرانی میں ایک فتاویٰ مرتب کرایا تھا جو اسی کے نام سے مشہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا اور اگر وہ چاہتا تو فتاویٰ یا فقہ کی دوسری کتابیں مرتب کرا کے اپنے نام منسوب کرا سکتا تھا۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے مذکورہ بیان کو ایک دوسری دلیل سے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں ''اس دور میں ملوک وسلاطین کی خواہش سے انکار کرنا بہت مشکل تھا۔ اس درجہ صاحبِ عظمت و جبروت بادشاہ کی بات نہ ماننا اور اس کے مقابلہ میں ایک ماتحت وزیر کی دوستی کو ترجیح دینا دورِ ملوکیت میں بظاہر ایک عام انسان کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے''۹۵۔

فتاوای تاتارخانی کے مراجع میں بہت سی فقہی کتابیں شامل ہیں جیسا کہ متن میں اُن کا حوالہ ملتا ہے۔ اس فتاویٰ کی مطبوعہ جلدوں میں سے پہلی جلد میں اِن مراجع کا مختصر تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۹۶۔ ان میں خصوصیت سے المحیط، الہدایہ، ذخیرۃ الفتاویٰ، فتاوای قاضی خاں، فتاوای ظہیریہ، فتاوای سراجیہ، خلاصۃ الفقہ، فتاوای غیاثیہ قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں یہ وضاحت بے موقع نہ ہوگی کہ موخر الذکر فتاویٰ ہندوستان میں سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں مرتب کیا گیا اور فتاوای تاتارخانی کے مآخذ میں اس کا شامل ہونا اہمیت سے خالی نہیں۔

فتاوای تاتارخانی کے مخطوطات کتب خانہ پیر محمد شاہ، احمد آباد، آصفیہ لائبریری حیدرآباد (۱۰۵۲/۲)، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ (۱۴/۱۹ نمبر ۱۷۱۵)، رضا لائبریری، رامپور (نمبر ۳۶۱)، کتب خانہ خدیویہ، مصر اور برٹش میوزیم لائبریری لندن (ریو، نمبر ۱۱۳۹) میں دستیاب ہیں۔ محمد اسحاق بھٹی کی تحقیق کے مطابق صرف احمد آباد کا نسخہ مکمل صورت میں پایا جاتا ہے۔ باقی کتب خانوں میں اس کی متفرق جلدیں دستیاب ہیں اور وہ بھی ناقص حالت میں۹۷۔ اس کے بعد آصفیہ لائبریری کا نسخہ قیمتی ہے اس لیے کہ یہ ایک تا نو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس فتاویٰ کی اولین پانچ جلدیں (مرتبہ قاضی سجاد حسین مرحوم) پہلے ہندوستان کی مرکزی وزارت تعلیم کے مصارف پر دائرۃ المعارف حیدرآباد سے ۱۹۸۴ء-۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی تھیں۔ اب فتاوای تاتارخانی کی ۲۳ جلدیں مکمل صورت میں زکریا بکڈپو، دیوبند،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سہارنپور سے ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی ہیں۔ انھیں مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی (جامعہ قاسمیہ رشاہی، مرادآباد) نے مرتب کیا ہے۔ فاضل مرتب نے اپنے مبسوط عالمانہ مقدمہ میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے قاضی سجاد حسین مرحوم کی مرتبہ پانچ جلدوں سے اس میں استفادہ کیا ہے۔

ہندوستانی مجامیع فتاویٰ میں فتاوای تاتارخانی کو جامعیت، تفصیلی مباحث اور جزئیات کے احاطہ کی وجہ سے کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس فتاویٰ کے بعد ہندوستان یا دوسرے ملکوں میں فقہ کی جو کتابیں یا فتاویٰ کے مجموعے مرتب کیے گئے ان میں سے متعدد میں اس کا حوالہ ملتا ہے۔ مثال کے طور پر البحر الرائق، الدرالمختار، ردالمحتار، فتاوای حمادیہ، فتاوای نقشبندیہ اور فتاوای عالمگیری کو دیکھا جاسکتا ہے۔ صاحب کشف الظنون کے بیان کے مطابق دسویں صدی ہجری میں ملتقیٰ الابحر کے مصنف شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی (م ۹۵۶ھ) نے فتاوای تاتارخانی کی ایک تلخیص تیار کی تھی۔ اس سے دوسرے مسلم ملکوں میں بھی اس فتاویٰ کے متعارف ومقبول ہونے کا ثبوت ملتا ہے۹۸۔

فتاوای تاتارخانی کے مباحث پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس میں ابواب وفصول کے تحت مسائل نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور ہر مبحث کے تحت جزئیات کا بھی استقصاء کیا گیا ہے۔ مآخذ کے حوالہ سے اختلافی آراء کو نقل کرنے کا بخوبی اہتمام ملتا ہے۔ مزید براں کتاب کے شروع میں استفتاء وفتوی کے اصول وآداب پر بڑی مفید بحث پیش کی گئی ہے۔ ان سب سے اہم یہ کہ اس کے مباحث کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اُس زمانہ میں درپیش نئے مسائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے مثلاً نماز میں فارسی میں قراءت، نکاح وطلاق کے کلمات کی فارسی میں ادائیگی، اہل ذمہ سے نکاح، متوفی کافر کے ولی مسلم ہونے کی حالت میں تجہیز وتکفین سے متعلق ولی کی ذمہ داریاں، والدین واولاد کے مذہب میں اختلاف کی صورت میں نفقہ کے مسائل، تعزیت وماتم کی شرعی حیثیت وغیرہ ۹۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاوای ابراہیم شاہی:

اس فتاویٰ کے مرتب کے نام کے بارے میں مصنفین وفہرست نگاروں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے مخطوطہ کے حوالہ سے اس کے مرتب کی حیثیت سے احمد بن حمید الملقب بنظام کا ذکر کیا ہے[۱۰۰]۔ کشف الظنون میں فتاوای ابراہیم شاہی کے مصنف کا نام شہاب الدین احمد بن محمد الملقب بنظام الکیکانی (۸۷۵ھ/۱۴۶۸ء) درج ہے[۱۰۱]۔ صاحب نزھۃ الخواطر کے بیان کے مطابق اس کے مولف احمد بن محمد الحنفی الگیلانی معروف بہ قاضی نظام الدین جونپوری تھے[۱۰۲]۔ مذکورہ مصنفین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس فتاویٰ کے مولف سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۰۰-۱۴۴۰ء) کے ہم عصر تھے۔ سلطان ان کے علم وفضل سے بہت متاثر تھے اور انھیں جونپور (پایہ تخت شرقی سلطنت) کا قاضی مقرر کیا تھا۔ مولف نے اس فتاویٰ کا انتساب اسی علم دوست سلطان کے نام کیا ہے۔ لیکن خدابخش لائبریری (پٹنہ)، بوہار لائبریری (کلکتہ) اور انڈیا آفس لائبریری (لندن) کے فہرست نگاروں نے فتاوای ابراہیم شاہی کے مولف کو ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری (۱۵۳۵-۱۵۵۷ء) کا معاصر بتایا ہے اور یہ کہ یہ فتاویٰ اسی بادشاہ کے نام معنون ہے[۱۰۳]۔ بہرحال قاضی نظام الدین احمد بن محمد اپنے دور کے مشہور فقہاء میں سے تھے ان کا خاندان عرب سے گجرات منتقل ہوا اور وہیں قاضی نظام الدین کی پیدائش اور نشو ونما ہوئی۔ انھوں نے خاص طور سے فقہی علوم میں مہارت حاصل کی اور پھر وہ جونپور منتقل ہوئے جہاں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی سرپرستی میں ان کی علمی مصروفیات جاری رہیں[۱۰۴]۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی کے بیان کے مطابق پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں فتاوای ابراہیم شاہی کے دو مخطوطے دستیاب ہیں ایک فارسی میں ہے اور دوسرا عربی میں۔ انھوں نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ دونوں کے تقابل سے یہ معلوم ہوا کہ دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے دو حصے ہیں، حصہ اول فارسی میں ہے اور حصہ دوم عربی میں ہے۔ پہلا حصہ عبادات سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا معاملات سے متعلق ہے۱۰۵۔ اس فتاویٰ کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری، رامپور (نمبر ۲۴۶۳) اور دوسرا کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ صاحب کشف الظنون کے بیان کے مطابق مؤلف نے اس فتاویٰ کو مرتب کرنے کے دوران ۱۶۰ کتابوں سے استفادہ کیا تھا۱۰۶۔ اس کے اہم مآخذ میں خزانۃ الفقہ، الفتاویٰ الظاہریہ، المحیط، القدوری، الفتاوی السراجیہ، فتاوای قاضی خاں، الفصول اور کنز الدقایق شامل ہیں۔

ان تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہد سلطنت میں فتاویٰ کے مختلف مجموعے مرتب کیے گئے اور ان کی تالیف کے لیے عربی و فارسی دونوں زبان اختیار کی گئی۔ ان تالیفات کے سلسلہ میں اہم بات یہ کہ فقہ کے معروف مسائل کی تشریح و توضیح کے علاوہ ان میں بہت سے ایسے مسائل پر بھی فقہی نقطہ نظر سے اظہار کیا گیا جو اس دور میں ابھرے تھے یا اس عہد میں بھی اہمیت و معنویت سے خالی نہیں تھے ان تمام میں صرف دو مجموعے (فتاوای فیروز شاہی و فتاوای ابراہیم شاہی) ایسے ہیں جو باقاعدہ استفتاء و فتوی کی صورت میں مرتب کیے گئے ہیں باقی فقہ کے معروف ابواب کے تحت متن کی صورت میں تالیف کیے گئے ہیں۔ ان فتاویٰ کے علاوہ عہد سلطنت میں فقہ کی مختلف نوع کی کتابیں لکھی گئیں جن میں بعض منظوم تالیفات بھی شامل ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس دور کے علماء نے فقہی لٹریچر تیار کرنے میں بڑی دلچسپی لی اور فارسی میں آسان اسلوب میں فقہ کی مختصر کتابیں تیار کیں تاکہ عام پڑھے لکھے لوگوں کو ان سے استفادہ میں آسانی ہو ان کتب میں خاص طور سے نصاب الاحتساب، مطالب المومنین، فوائد فیروز شاہی، تحفۃ النصائح، طرفۃ الفقہاء اور تیسیر الاحکام قابل ذکر ہیں، ذیل میں ان کا مختصر تعارف مناسب معلوم ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب الاحتساب:

یہ عمر بن محمد السنامی کی تالیف کردہ ہے جو ضیاء الدین سنامی کے نام سے مشہور تھے۱۰۷۔ یہ عربی کتاب احتساب کے مسائل سے تعلق رکھتی ہے جو اسلامی ریاست کے مذہبی امور سے متعلق اہم شعبوں میں سے ہے اس شعبہ کے سربراہ (محتسب) کی خاص ذمہ داری لوگوں کی اخلاقی زندگی کی نگرانی اور غیر شرعی رسوم و روایات کی روک تھام تھی۱۰۸۔ مصنف سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۵- ۱۳۱۵ء) معاصر اور فقہی مہارت کے لیے مشہور تھے۔ شریعت کی پابندی اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے والوں (خواہ ان کا تعلق معاشرہ کے کسی طبقہ سے ہو) پر نقد و اعتراض کے لیے معروف تھے۱۰۹۔ سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں وہ محتسب کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔ شعبہ احتساب کی اہمیت اور اس کے اغراض و مقاصد واضح کرنے کے علاوہ مصنف نے محتسب کے فرائض اور متعلقہ امور پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف کا مقصد شعبۂ احتساب کے ذمہ داروں کو رہنمائی فراہم کرنا تھا۔ یہ کتاب ۶۴ ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں قدیم فقہی کتب کے بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ خود یہ کتاب عہد سلطنت اور بعد کے علماء کے زیر مطالعہ رہی ہے۔ فتاوای فیروز شاہی اور فتاوای حمادیہ میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔

نصاب الاحتساب کے مخطوطات مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں: مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (ذخیرہ سبحان اللہ، فقہ، عربی، نمبر ۵۴/۳۲۹۳) خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ (فہرست عربی و فارسی مخطوطات، ۱۷۲/۳۴، نمبر ۳۲۵۲) اور رضا لائبریری، رامپور (فہرست عربی مخطوطات، ۳/ ۲۲۸، نمبر ۲۴۳۱)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالب المومنین:

یہ فقہ کی ایک عربی کتاب ہے جو بدر بن تاج لاہوری کی تصنیف کردہ ہے۔ مصنف لاہور کے مشہور فقیہ تھے اور ان کا تعلق چودھویں صدی عیسوی سے ہے۔ وہ مذکورہ بالا مشہور فقیہ ضیاء الدین سنامی کے شاگردوں میں سے تھے[۱۱۰]۔ اس کتاب میں ان تمام اہم مسائل سے بحث کی گئی ہے جو ایک مسلمان کی روزمرہ زندگی میں پیش آتے ہیں۔ یہ کتاب بھی عام لوگوں کے استفادہ کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں ان عطایا کی قانونی حیثیت سے بھی بحث کی گئی ہے جو سلطان نقد یا ساز وسامان کی صورت میں کسی کو دیتے ہیں۔ اس کتاب کے مآخذ میں تیرہویں صدی عیسوی کی مشہور فقہی کتب شامل ہیں، اس کتاب کے مخطوطات مختلف مشہور لائبریریوں میں دستیاب ہیں: پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور (فہرست مخطوطات پنجاب یونیورسٹی، ص ۴۹)، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ (فہرست مخطوطات، ۲۳/ ۱۷، نمبر ۱۷۲۰) اور رضا لائبریری، رامپور (فہرست عربی مخطوطات، ۳/ ۲۳۰ الفقہ الحنفی، نمبر ۲۴۳۴)۔

مجموع خانی:

یہ کتاب جو ''مجموعہ خانی و بحر المعانی'' کے نام سے بھی معروف ہے فقہ کے موضوع پر ایک فارسی تالیف ہے۔ اسے کمال کریم ناگوری نے مرتب کیا تھا اور دولت آباد کے گورنر الغ قتلغ بہرام خاں کے نام معنون کیا تھا۔ اس کتاب کی تالیف کی قطعی تاریخ معلوم نہیں لیکن اغلب یہ ہے کہ یہ سلطان محمد بن تغلق کے عہد (۱۳۲۵-۱۳۵۱ء) میں تیار کی گئی اس لیے کہ اس کے مقدمہ میں سلطان محمد تغلق کی تعریف بیان کی گئی ہے اور خاص طور دولت آباد شہر بسانے اور اسلام کی شان وشوکت نمایاں کرنے کے لیے اس کی تحسین کی گئی ہے[۱۱۱]۔ اس کتاب میں فقہ کے معروف مسائل بیان کیے گئے ہیں اور خاص طور سے ارکان اربعہ کی تشریح وترجمانی پر زور دیا گیا ہے۔ مولف کی وضاحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق اس میں ۲۵ ہزار مسائل زیر بحث آئے ہیں ۱۱۲۔ اس کتاب میں متعدد فتاویٰ کے مجموعے اور فقہی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں خاص طور سے فتاوای حسامی، فتاوای سراجیہ، فتاوای حجۃ، خلاصۃ الفقہ، خزانۃ الفقہ اور احیاء العلوم قابل ذکر ہیں۔

اس کتاب کے مخطوطے متعدد لائبریریوں میں محفوظ ہیں: مولانا آزاد لائبریری (ذخیرہ سبحان اللہ، ۲۹۷، ۳/۱۵)، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (فہرست مخطوطات، ص ۴۹۸، نمبر ۱۰۳۳)، خدا بخش لائبریری، (فہرست مخطوطات، ۱۴/۸۷، نمبر ۱۲۲۸)، آصفیہ لائبریری، حیدرآباد (فہرست کتب خانہ، آصفیہ ۲/۱۱۲۶)، انڈیا آفس لائبریری، لندن (فہرست مخطوطات فارسی، ۲/۱۳۸۴-۱۳۸۵)۔ یہ کتاب پہلی بار لاہور سے ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں طبع ہوئی تھی۔

فوائد فیروز شاہی:

یہ ایک فارسی کتاب ہے جو عہد فیروز شاہی کے معروف عالم شرف بن محمد العطائی کی تالیف کردہ ہے۔ اس میں مختلف موضوعات (عقائد، عبادات، اخلاقیات و معاملات وغیرہا) پر مختصر مگر جامع انداز میں معلومات ملتی ہیں۔ معلومات کی وسعت اور مباحث کی جامعیت کے اعتبار سے اسے دائرۃ المعارف کی حیثیت دینا غلط نہ ہوگا۔ اس کے مشتملات کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں اُس عہد کے سماجی و معاشرتی حالات اور مختلف علوم وفنون کے فروغ سے متعلق کافی مواد ملتا ہے۔ فوائد فیروز شاہی کے مباحث کا معتدبہ حصہ فقہی مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ عہد فیروز شاہی کی دوسری کتابوں کے مثل اس میں بھی مسلم وغیر مسلم تعلقات کے مسائل تفصیل سے زیر بحث آئے ہیں ۱۱۳۔ اس لیے اسے بھی بجا طور پر اس عہد کی فقہی خدمات میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ فارسی زبان اور آسان اسلوب میں اس مجموعہ کی تیاری کی وجہ مقدمہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ لوگوں کو اوامر ونواہی سے بآسانی واقفیت ہوجائے اور مختلف مسائل میں فقہی نقطۂ نظر معلوم کرنے میں کوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشواری نہ پیش آئے۔ مقدمہ میں مصنف نے فیروز شاہ تغلق کے محاسن وکمالات پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اس کی سلطنت کے بقا وتحفظ کے لیے دعائیں کی ہیں اور اسی سلطان کے نام اس کتاب کو معنون کیا ہے۔ خود ان کے اپنے بیان کے مطابق جب اس نے مکمل کر کے اسے سلطان کی خدمت میں پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوا اور اسے قیمتی انعام سے نوازا[۱۱۴]۔

فوائد فیروز شاہی ۱۱۵ ابواب پر مشتمل ہے اور پھر ہر باب متعدد فصلوں میں منقسم ہے۔ فقہی مباحث سے متعلق جو ابواب (مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، صدقہ، عیدین، جمعہ، تجارت، بیوع، نکاح، طلاق، خلع، لعان، اجارہ، شرکت، مزارعت، عشر، خراج، جزیہ، قصاص، دیت، شہادت وغیرہ) ملتے ہیں۔ ان کی ترتیب گرچہ فقہ کی متداول کتابوں سے مختلف ہے لیکن اندازِ بیان انہی جیسا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک مستقل باب کے تحت علم اور اس کے فضائل سے بحث کی گئی ہے۔ فقہی مباحث کے ضمن میں متعدد فقہی تالیفات کے حوالے ملتے ہیں۔ اپنے موقف کی تائید میں مصنف نے جگہ جگہ کتابوں سے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔ ان کے معروف مآخذ میں الجامع الصغیر، مبسوط، ہدایہ، شرح طحاوی، فتاوای سمرقندی، فتاوای سراجیہ اور نصاب الاحتساب شامل ہیں۔

اس دلچسپ واہم کتاب کے مخطوطات مولانا آزاد لائبریری (جواہر میوزیم کلکشن نمبر ۶۸۷، سبحان اللہ کلکشن، ۲۹۳/۲۷)، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری (فہرست مخطوطات، ۱۴/۷۷-۸۴، نمبر ۱۲۲۵)، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (فہرست ایونو، ص ۵۱۷، نمبر ۱۰۶۹)، علامہ شبلی نعمانی لائبریری ندوۃ العلماء (نمبر ۳۶) اور شیرانی کلکشن لاہور (فہرست مخطوطات (۲/۲۹۷) میں دستیاب ہیں۔ خدا بخش لائبریری کے مخطوطہ کی تاریخ کتابت رجب ۹۷۷ھ ہے اور دستیاب نسخوں میں یہی سب سے قدیم معلوم ہوتا ہے[۱۱۵]۔ علی گڑھ کے دونوں نسخے ناقص ہیں لیکن جواہر میوزیم کا نسخہ نسبتاً بہتر ہے۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند کے مصنف اور خدا بخش لائبریری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فہرست نگار نے ''فوائد فیروز شاہی'' کے مصنف کا نام بالترتیب ''ملا محمد العطاری'' اور ''شرف بن محمد العطاری'' ۱۱۶ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اصل نام شرف بن محمد العطائی ہے جیسا کہ علی گڑھ کے مخطوطہ اور دوسرے ذخائر کی تفصیلات سے واضح ہوتا ہے۔ ندوۃ العلماء لائبریری کے فارسی مخطوطات کی مطبوعہ فہرست میں اس کتاب کا نام غلطی سے ''قواعد فیروز شاہی'' درج ہے ۱۱۷۔

مذکورہ بالا مفصل و مبسوط تالیفات کے علاوہ عہد سلطنت میں فقہ سے متعلق کچھ مختصر کتابیں اور بعض قدیم فقہی متون کے شروح وحواشی بھی مرتب کیے گئے۔ اِن میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو نظم کے دلچسپ پیرایہ میں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اسلامی احکام کی وضاحت کے لیے لکھی گئیں۔ یہاں اس نوع کی دو کتابیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں: تحفۃ النصائح وطرفۃ الفقہاء۔

تحفۃ النصائح:

یہ شیخ یوسف گدا دہلوی کی منظوم تالیف ہے جو ۵۵ ابواب اور ۷۸۶ ابیات پر مشتمل ہے۔ مؤلف کا نام مختلف کتابوں میں مختلف انداز (شیخ یوسف دہلوی، شیخ یوسف چشتی و شیخ یوسف گدا) میں ملتا ہے۔ لیکن مؤخر الذکر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ انڈیا آفس لائبریری اور شیرانی کلکشن کے فہرست نگاروں نے مخطوطہ کے حوالہ سے یہی درج کیا ہے ۱۱۸۔ شیخ یوسف گدا شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلفاء اور فیروز شاہ تغلق کے معاصرین میں سے تھے اور تفسیر، حدیث و فقہ کے نامور عالم تھے ۱۱۹۔ بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے مؤلف نے آسان و دلچسپ پیرایہ میں فرائض و سنن اور احکام و آداب بیان کیے ہیں۔ اس منظوم کتاب کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام کے معاشرتی احکام واضح کرتے ہوئے مؤلف نے اپنے عہد کے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کا جائزہ لیا ہے اور ان تصورات و روایات کی نشان دہی کی ہے جو ہندوؤں کے زیر اثر مسلمانوں کی زندگی میں داخل ہو گئے تھے ۱۲۰۔ اس کتاب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخطوطات انڈیا آفس لائبریری (ایتھ ۱/۷۳۱-۷۳۲، نمبر ۱۲۷۶) اور شیرانی کلکشن (فہرست مخطوطات، ۲/۲۷۵، نمبر ۱۵۱۳) میں دستیاب ہیں ۱۲۱۔ انڈیا آفس لائبریری اور شیرانی کلکشن کے فہرست نگاروں نے اس کتاب کا سن تالیف ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء درج کیا ہے اور موخر الذکر نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض نسخوں میں ۷۵۲ھ (۱۳۵۱ء) ملتا ہے ۱۲۲۔ جب کہ دوسری جانب مختلف تذکرہ نگاروں نے مولف کا سن وفات ۷۷۴ھ (۱۳۷۳ء) ذکر کیا ہے ۱۲۳۔ اس لحاظ سے ۷۵۲ھ سن تالیف زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

طرفۃ الفقہاء:

عہد فیروز شاہی کی دوسری منظوم فقہی تالیف طرفۃ الفقہاء ہے جو شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے ایک دوسرے مرید مولانا رکن الدین ملتانی سے منسوب ہے ۱۲۴۔ یہ ایک طویل مثنوی ہے جو تیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے ابتدائیہ میں بھی معاصر سلطان (فیروز شاہ تغلق) کی خوب مدح وستائش کی گئی ہے بالخصوص اس کے اوصافِ دینداری، انصاف پسندی، شریعت کی پاسداری اور عوام کی خبر گیری کو سراہا گیا ہے ۱۲۵۔ سابق مولف کے مثل رکن الدین ملتانی نے بھی فقہی مسائل آسان و دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے ہیں۔ اس دور کے اعتبار سے جو عصری مسائل اس کتاب میں زیر بحث آئے ہیں ان میں مسلم و غیر مسلم تعلقات، جزیہ کے احکام، منادر کی تعمیر، ذمیوں کے معاشرتی حقوق، غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینا اور غیر مسلم ملازمین کی جانب سے صدقہ فطر کی ادائیگی خاص اہمیت کے حامل ہیں ۱۲۶۔ اس منظوم کتاب کے مخطوطات شیرانی کلکشن، لاہور (فہرست مخطوطات ۲/۲۹۳-۲۹۴، نمبر ۱۶۲۶) اور علامہ شبلی نعمانی لائبریری ندوۃ العلماء (نمبر ۹۸) میں دستیاب ہیں۔ شیرانی کلکشن کا نسخہ اس اعتبار سے بہت قیمتی ہے کہ فہرست نگار کے بیان کے مطابق یہ آٹھویں صدی ہجری میں (زمانۂ تالیف ہی کے قریب) لکھا گیا اور ان کے خیال میں یہ غالباً خود مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۱۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسیر الاحکام:

یہ ایک فارسی رسالہ ہے جس میں روزمرہ زندگی سے متعلق احکام شریعت زیر بحث آئے ہیں اس کے مصنف قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۱۵ویں صدی عیسوی کے ایک ممتاز عالم تھے اور علم تفسیر و فقہ میں اپنی مہارت کے لیے مشہور تھے ۱۲۸۔ جونپور کی مشرقی سلطنت کے مشہور حکمراں سلطان ابراہیم شاہ شرقی (۱۴۰۰-۱۴۴۰ء) ان کی علمیت سے بہت متاثر تھے اور ان کے بڑے قدرداں تھے۔ سلطان نے انھیں ملک الشرق کے خطاب سے نوازا تھا۔ اس رسالہ کی تصنیف کا مقصد جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے عام مسلمانوں کے لیے آسان زبان میں احکام شریعت کی تشریح و ترجمانی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف نے سلیس زبان اور سادہ اسلوب اختیار کیا ہے اور خاص طور سے اسلام کے بنیادی فرائض اور روزمرہ زندگی میں جائز و ناجائز اعمال کی وضاحت پر زور دیا ہے ۱۲۹۔ یہ رسالہ چار ابواب پر مشتمل ہے اور اس کے مخطوطات مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہیں: مولانا آزاد لائبریری (حبیب گنج کلکشن، فارسیہ، فقہ حنفیہ، نمبر ۱۷/ ۳۵)، علامہ شبلی لائبریری، ندوۃ العلماء، لکھنؤ (فقہ، فارسی نمبر ۹۱)، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (فہرست مخطوطات فارسی، ص ۵۲۴، نمبر ۱۰۵۸) اور انڈیا آفس لائبریری، لندن (فہرست مخطوطات، مرتبہ ایتھ، ۱/ ۱۳۹۸-۱۳۹۹، نمبر ۲۵۹۵)۔

فتاویٰ کے مجموعے اور دیگر فقہی کتب کی تالیف کے علاوہ معاصر علماء نے فقہ کی اہم کتب کی شروح و حواشی مرتب کرنے میں دلچسپی اور اس کے لیے خاص طور سے ان کتابوں کو منتخب کیا جو فقہ کی درسیات میں شامل تھیں اور علماء کے زیر مطالعہ بھی رہتی تھیں۔ یہ شروح و حواشی بھی اس زمانہ کے فقہی لٹریچر کا اہم حصہ سمجھی جاتی ہیں ان میں خاص طور سے قابل ذکر یہ ہیں:

شرح ہدایہ — شیخ حمید الدین مخلص بن عبداللہ دہلوی ۱۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح ہدایہ (موسوم بہ توشیح) شیخ عمر بن اسحاق غزنوی ۱۳۱؎

حاشیہ ہدایہ شیخ حسین بن عمر غیاث پوری ۱۳۲؎

شرح کنز الدقائق شیخ محمود بن محمد دہلوی ۱۳۳؎

حاشیہ کنز الدقائق مولانا معین الدین عمرانی دہلوی ۱۳۴؎

شرح منار (موسوم بہ توجیہ الکلام) شیخ یوسف بن جمال الدین ملتانی ۱۳۵؎

شرح منار (موسوم بہ افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار) شیخ محمود بن محمد ہلوی ۱۳۶؎

عہد سلطنت میں جو فقہی کتب تالیف کی گئیں ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ خاص طور سے حنفی نقطہ نظر کی ترجمانی کرتی ہیں گرچہ بعض کتابوں میں فقہی مسائل سے بحث کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کے فقہاء کے نقطہ نظر کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں فقہی مسلک کی ترویج کی ایک خاص وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولین دور میں علماء کی ایک کثیر تعداد غزنیں، صغان، کاشان، بلخ، بخاری، سجستان، خوارزم اور تبریز شہروں سے ہندوستان منتقل ہوئی۔ یہ وہ علاقے ہیں جو اس دور میں حنفی فقہ کے مراکز سمجھے جاتے تھے ترک سلاطین کے عہد میں بہت کم علماء ان ملکون سے یہاں آئے جہاں دوسرے مذاہب فقہ رائج تھے مثلاً حجاز، نجد اور اسپین وغیرہ ۱۳۷؎۔ ان بیرونی علماء نے اس ملک میں اپنی علمی سرگرمیاں جاری رکھیں اور یہاں کی علمی فضا کو کافی متاثر کیا۔ بہت سے ہندوستانی علماء ان کے زیر تربیت رہے اور ان سے متاثر رہے ان دونوں قسم کے علماء نے فقہ حنفی کی ترویج میں خاص دلچسپی لی، دوسرے ترک سلاطین خود حنفی مسلک کے پیرو تھے اور درباری علماء کے زیر اثر ان کا اس سے تعلق اور مضبوط ہو گیا اور انھوں نے حنفی مسلک کو دہلی سلطنت کا فقہی مسلک قرار دیا۔ مزید براں عدالتی نظام میں بھی یہی مسلک رائج ہوا۔ ان تمام وجوہ سے عہد سلطنت میں فقہ حنفی کو کافی ترویج ملی۔ اس پس منظر میں علماء نے فقہی کتب تالیف کرتے وقت اسی مسلک کی ترجمانی کو ترجیح دیا اور نہ صرف عہد سلطنت بلکہ مغل دور میں بھی یہی صورت حال برقرار رہی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد سلطنت کی فقہی تالیفات کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ یہ عربی و فارسی دونوں زبانوں میں تیار کی گئیں۔ شروع کے دور میں دینی موضوعات پر تصنیف و تالیف کے لیے عربی زبان کو ترجیح دی جاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ فارسی زبان کا رواج بڑھتا گیا۔ سرکاری حیثیت سے اس کی اہمیت کے علاوہ عام پڑھے لکھے لوگوں کی زبان کی حیثیت سے اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا اور یہ علماء و فضلاء کے مابین مختلف موضوعات پر اظہار خیال کا ذریعہ بنی۔ علماء نے فقہی تالیفات کے لیے بھی اسے اختیار کرنا شروع کیا تا کہ لوگوں کو فقہی مسائل کے سمجھنے اور روز مرہ زندگی میں ان سے رہنمائی حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ مزید براں بعض فقہی کتب کی تالیف سے یہ بھی مقصود تھا کہ حکومت کے عہدداران (بالخصوص مذہبی و عدالتی امور انجام دینے والے) ضرورت کے وقت ان سے رجوع کریں اور ظاہر ہے کہ وہ فارسی سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ ان سلاطین کے زمانہ میں اس پر خاص توجہ دی گئی جو حکومت و شریعت میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوشاں رہے اور وہ چاہتے تھے کہ اہل حکومت شریعت کے قوانین سے باخبر رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد سلطنت میں فارسی میں فقہی کتب کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

اوپر کے مباحث سے یہ بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ عہد سلطنت میں علماء، سلاطین اور بعض امراء نے اسلامی فقہ میں کافی دلچسپی لی اور اپنی اپنی سطح پر اس کی اشاعت کی خدمت انجام دی اور بعض نے خود اپنی نگرانی میں فتاویٰ کے مجموعے تیار کرائے۔ اس ضمن میں علماء نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بخوبی استعمال کیا اور قدیم فقہی متون کی تشریح و توضیح کے علاوہ فقہی مسائل سے متعلق نئی کتابیں تیار کیں اور فتاویٰ کے قیمتی مجموعے مرتب کیے، ان تمام کوششوں کے نتیجہ میں عہد سلطنت میں فقہ کی ترویج ہوئی اور فقہی لٹریچر کا معتد بہ ذخیرہ وجود میں آیا۔ اس دور میں علم فقہ کے فروغ کی ایک خاص وجہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی و طلب تھی کہ وہ روز مرہ زندگی کے مسائل میں شریعت کے قوانین سے واقف ہو جائیں اور بدلی ہوئی صورت حال میں جو نئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل ابھر رہے ہیں ان کے بارے میں بھی شریعت کا موقف انھیں معلوم ہو جائے۔

آخر میں اس نکتہ کی طرف اشارہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے علماء وفقہاء نے اپنی کتابوں میں جن فقہی مسائل پر اظہار کیا ہے اور تاریخی کتب و تذکروں میں ان کی علمی مجالس کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ عہد سلطنت کے علماء نہ صرف یہ کہ عصری مسائل سے باخبر تھے بلکہ ان کے بارے میں فقہی نقطہ نظر واضح کرنے میں دلچسپی بھی رکھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان مباحث میں (خواہ محدود پیمانہ پر ہی سہی) وہ اجتہاد کے عمل سے گذرتے تھے جو بجائے خود فقہ کی بڑی اہم خدمت تھی۔

حواشی ومراجع

۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: عبدالسلام ندوی، تاریخ فقہ اسلامی (اردو ترجمہ تاریخ التشریع الاسلامی از محمد الخضری)، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۷۳ء،

Muhammad Hamidullah Khan, *The Schools of Islamic Jurisprudence*, Kitab Bhawan, New Delhi, 1991

۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مضمون ''مسائل فقہیہ میں سلاطین دہلی کی دلچسپی''، فکر ونظر (اسلام آباد) ۳۹/۲، اکتوبر-دسمبر ۲۰۰۱ء، ص ۳۳-۵۵

۳ طبقات ناصری، ص ۱۷۵، برنی، تاریخ فیروز شاہی، ص ۴۶-۴۷، ۱۱۱-۱۱۲، ۵۱۰-۵۱۱، ۵۵۸، تاریخ مبارک شاہی، ص ۱۱۵-۱۱۶، عفیف، تاریخ فیروز شاہی، ص ۱۲۱، ۱۲۹-۱۳۰

۴ برنی، ص ۴۶، القلقشندی، ۵/۸۵، عصامی، ص ۲۱۹، رزق اللہ مشتاقی، واقعات مشتاقی، روٹوگراف نمبر ۳ (مخطوطہ برٹش میوزیم، آر ۱۹۲۹، ۲/۹۲۱) ریسرچ لائبریری شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ورق ۴۹

۵ برنی، ص ۲۹۰-۲۹۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶ برنی، ص ۵۱۰-۵۱۱

۷ عفیف، ص ۱۲۹-۱۳۰، ۳۷۴-۳۷۵، ۳۷۹-۳۸۳، فتوحات فیروز شاہی، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء، ص ۵-۹

۸ عصامی، ص ۱۱۸-۱۱۹، سیر الاولیاء، ص ۵۳۷-۵۳۹

۹ تاریخ مبارک شاہی، ص ۶۵-۶۷، اخبار الاخیار، ص ۴۳

۱۰ تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں راقم کا محولہ بالا مضمون (حاشیہ نمبر ۱)، ص ۳۸

۱۱ عبداللہ، تاریخ داؤدی (علی گڑھ ایڈیشن)، ص ۲۹-۳۰، احمد یادگار، تاریخ شاہی، کلکتہ، ۱۹۳۹ء، ص ۳۰-۳۱، واقعات مشتاقی، محولہ بالا، اوراق ۱۵-۱۶

۱۲ نظام الدین بخشی، تاریخ اکبری، نول کشور، ۱۸۷۹ء، ص ۱۶۳، تاریخ داؤدی، ص ۵۹-۶۰

۱۳ See my article "Contribution of Tughlaq Sultans to Islamic Jurisprudence" *Bulletin of the Institute of Islamic Studies*, No 29, 1996, pp.31-44

۱۴ رحلہ ابن بطوطہ، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۴ء، ص ۴۵۶-۴۵۷، شہاب الدین العمری، مسالک الابصار (عربی متن در: خورشید احمد فارق، تاریخ ہند پر ایک نئی روشنی-عربی کی ایک قلمی کتاب سے)، ندوۃ المصنفین، دہلی، بدون تاریخ، ص ۴۵ (آئندہ حواشی میں بھی مسالک الابصار کا حوالہ اسی عربی متن کے صفحات کے مطابق دیا جائے گا)۔ اخبار الاخیار، ص ۱۴۵، تذکرہ علماء ہند، ص ۲۲۸-۲۲۹

۱۵ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۳۳۳

۱۶ القلقشندی، ۵/۶۹

۱۷ مسالک الابصار، ص ۴۱

۱۸ القلقشندی، ۵/۹۵

۱۹ مسالک الابصار، ص ۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰ خیر المجالس (مرتبہ خلیق احمد نظامی)، علی گڑھ، بدون تاریخ، ص ۱۲، ۳۴

۲۱ سیر الاولیاء، ص ۲۵۶، ۲۷۲-۲۷۶، ۳۰۴-۳۰۵

۲۲ حدائق الحنفیہ، ص ۳۰۵-۳۰۶

۲۳ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: سیرت فیروز شاہی، نقل (مخطوطہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ) یونیورسٹی کلکشن (مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نمبر ۱۱۱، ص ۱۴۷، ۲۰۹، محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ، تاریخ فرشتہ، مطبع نول کشور (بدون تاریخ) ۱/۱۵۱، ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، ص ۵۵۴-۵۵۹، N.N. Law, *Promotion of Learning During Muhammadan Rule in India*. Delhi, 1973, pp. 51, 56, 66.

۲۴ سیرت فیروز شاہی، ص ۲۹۰-۲۹۱

۲۵ برنی، ص ۵۴۸، ۵۶۱

۲۶ نظام الدین احمد بخشی، طبقات اکبری، کلکتہ، ۱۹۲۷ء، ۱/۲۲۶-۲۲۷، نیز ملاحظہ کریں شمس سراج عفیف، تاریخ فیروز شاہی، محولہ بالا، ص ۱۲۱-۱۲۲

۲۷ عفیف، تاریخ فیروز شاہی، ص ۳۷۵-۳۸۲

۲۸ عفیف، ص ۳۸۲-۳۸۴

۲۹ عفیف، ص ۱۲۹-۱۳۰

۳۰ فتوحات فیروز شاہی، ص ۷-۹

۳۱ عفیف، ص ۳۷۹-۳۸۲

۳۲ فتوحات فیروز شاہی، ص ۷-۸

۳۳ فتوحات فیروز شاہی، ص ۷

۳۴ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مقالہ: فیروز شاہ تغلق کی دینی و سماجی خدمات، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، ۵/۲، اپریل-جون ۱۹۸۶، ص ۴۶-۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵ برنی، ص ۵۵۹، عفیف، ص ۱۷۹

۳۶ برنی، ص ۳۹۴، ۵۶۳-۵۶۶، اخبار الاخیار، محولہ بالا، ص ۸۶-۸۷، ۹۳، ۱۴۱-۱۴۳، ۱۵۰، رحمان علی، تذکرہ علماءِ ہند، محولہ بالا، ص ۴۱، ۱۴۰، ۱۷۳، ۲۵۶، ۲۸۸، سید عبدالحئ الحسنی، نزھۃ الخواطر، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، ۱۹۸۷ء، ۲/۲۰، ۲۶، ۴۰-۴۱، ۷۴، ۷۷-۷۸، ۱۱۴، ۱۳۹، ۱۶۸-۱۶۹، ۱۷۴، محمد اسحاق بھٹی، فقہاء ہند، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ۱/۱۸۶-۱۸۷، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۱۲-۲۱۳، ۲۷۲، ۲۸۵-۲۸۶، ۳۱۹، ۳۲۴

۳۷ ضیاء الدین برنی، فتاوای جہانداری، روٹو گراف نمبر ۶۸ (مخطوطہ انڈیا آفس)۔ ریسرچ لائبریری، شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ورق ۱۱۲الف

۳۸ سراج الہدایہ (ملفوظات جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت: مرتبہ قاضی سجاد حسین) نئی دہلی ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۱-۱۱۲

۳۹ حوالہ مذکور، ص ۱۰۵، ۱۱۱-۱۱۲، عفیف، ص ۳۷۵-۳۷۶

۴۰ انشاء ماہرو (مرتبہ شیخ عبدالرشید) علی گڑھ (بدون تاریخ) ص ۵۸-۵۹ (مکتوب نمبر ۳۰)، عفیف، ص ۱۲۹-۱۳۰

۴۰الف انشاء ماہرو، ص ۶۰

۴۱ انشاء ماہرو، ص ۶۰-۶۱، نیز دیکھیے عفیف، ص ۲۹۴-۲۹۵

۴۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

Iqtidar Husain Siddiqi, Learning and Intellectual Thought in the Sultanate of Delhi during Lodi period in: *Medieval India-Essays In the Intellectual Thought and Culture* (edited by Iqtidar Husain Siddiqi), Manohar Publishers, New Delhi, 2003, pp.95-114.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۳ واقعات مشتاقی، ورق ۴۹، تاریخ داؤدی، ص ۴۰، احمد یادگار، تاریخ شاہی، کلکتہ، ۱۹۳۹ء، ص ۴۶

۴۴ Mian Muhammad Saeed, *The Sharqi Sultanate of Jaunpur*, Karachi, 1992, pp.40-63, 172-192.

۴۵ مجموع سلطانی (مقدمہ) ذخیرہ شیفتہ، فارسیہ نمبر ۲۹/۲۶، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۴۶ فہرست فارسی مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، محولہ بالا، ص ۲۵۷ (نمبر ۳۵۹)

۴۷ الفتاوی التاتارخانیہ (مرتبہ قاضی سجاد حسین)، حیدرآباد، ۱۹۸۴ء، ۱/۴۰ (مقدمہ)

۴۸ الفتاوی الغیاثیہ، بولاق، مصر، ۱۹۰۹ء (مقدمہ)

۴۹ حبیب گنج کلکشن، عربی، مطبوعہ، ۱۷/۳۲

۵۰ اسماعیل باشا بن محمد امین، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، مطبعہ بہیہ، استنبول، ۱۹۴۷ء، ۱/۱۵۷

۵۱ الفتاوی الغیاثیہ، ص ۲۷-۲۸

۵۲ حوالہ مذکور، ص ۵۹، ۶۳، ۶۵، ۷۱-۷۲

۵۳ حوالہ مذکور، ص ۴۵

۵۴ حوالہ مذکور، ص ۴۹

۵۵ حوالہ مذکور، ص ۱۰۷

۵۶ حوالہ مذکور، ص ۱۰۷

۵۷ حوالہ مذکور، ص ۴۷

۵۸ حوالہ مذکور، ص ۱۰۸

۵۹ حوالہ مذکور، ص ۴۶

۶۰ حوالہ مذکور، ص ۱۰۲-۱۰۴

۶۱ حوالہ مذکور، ص ۴۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۲ حوالہ مذکور، ص ۴۸

۶۳ حوالہ مذکور، ص ۱۱۰

۶۴ حوالہ مذکور، ص ۱۲۶

۶۵ حوالہ مذکور، ص ۱۱۰

۶۶ حوالہ مذکور، ص ۱۱۰

۶۷ حوالہ مذکور، ص ۱۰۹-۱۱۰

۶۸ فہرست نگاروں اور جدید مؤرخین نے مؤلف کی نسبت مختلف انداز (کہرامی، کرمانی، کرامی وکرانی) میں تحریر کیا ہے، یہاں مسلم یونیورسٹی کے نسخہ کے مطابق ''کہرامی'' اختیار کی گئی ہے جو پنجاب کے ایک قدیم تاریخی قصبہ کہرام کی جانب منسوب ہے۔

۶۹ فتاوای فیروز شاہی، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، یونیورسٹی کلکشن، نمبر ۲۶۰ (دیباچہ)۔

۷۰ رحلہ ابن بطوطہ، ص ۴۲۰، مولانا اسحاق بھٹی (فقہائے ہند، ۱/ ۲۲۸) نے یہ لکھا ہے کہ ابن بطوطہ صدرالدین کہرانی سے بھکر میں ملے۔ درحقیقت بھکر میں وہ جس صدرالدین سے ملے تھے وہ دوسرے تھے ان کا لقب الحنفی تھا۔

۷۱ محمد اسحاق بھٹی، برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۷۲

۷۲ عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی بعض فقہی تالیفات میں فتاویٰ کا یہ مجموعہ ''فتاوای قرآن خوانیہ'' کے نام سے مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: شیخ جلال الدین تھانیسری (و ۱۵۸۲ء) رسالہ در بیع آراضی، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، شیفتہ کلکشن، ۲۶/۲۴ ورق ۵ ب، محمد جعفر بوبکانی، الممتانۃ فی مرمتہ الخزانۃ، سندھ ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۶۲ء (بحوالہ برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ص ۷۲)

۷۳ اس فتاویٰ کے مخطوطات انڈیا آفس لائبریری (ایتھ: ۱/۱۶۱۰-۱۶۱۱ نمبر ۲۹۷۱) ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (ایوٹو، ص ۴۹۸-۴۹۹ نمبر ۱۰۳۴) کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد (فہرست کتب خانہ آصفیہ، ۲/ ۱۴۱-۱۴۳، نمبر ۷۵، ۱۰۲) اور پنجاب پبلک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری، لاہور میں محفوظ ہیں۔

۷۴ برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، ص ۷۵-۹۷، رسالہ در بیع آراضی، محولہ بالا، ورق ۵ ب

۷۵ مخطوطات فارسیہ، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور (مرتبہ منظور احسن عباسی) ۱۹۶۳ء، برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، ص ۷۲-۷۳، نیز دیکھیے قاموس المشاہیر (مرتبہ نظامی بدایونی) نظامی پریس، بدایوں، ۱۹۲۲ء، ۲/ ۳۷

۷۶ فتاوای فیروز شاہی، مخطوطہ علی گڑھ، ورق ۲ ب

۷۷ فتاوای فیروز شاہی، ورق ۸۸ ب

۷۸ فتاوای فیروز شاہی، ورق ۶۹ ب

۷۹ حوالہ مذکور، اوراق ۲۴۵ ب، ۲۴۸ الف

۸۰ حوالہ مذکور، اوراق ۶ ۷ الف، ۶ ۷ ب، ۲۱۲ الف، ۲۱۹ ب، ۲۵۰ ب، ۳۳۶ الف-۳۳۶ ب، ۴۸۴ الف، ۴۸۷ ب، ۵۰۸ ب، ۵۰۹ ب

۸۱ حوالہ مذکور، اوراق ۲۴۸ الف-۲۴۹ الف

۸۲ حوالہ مذکور، ورق ۳۴۳ ب

۸۳ حوالہ مذکور، ورق ۱۷ الف

۸۴ حوالہ مذکور، اوراق ۱۷ الف، ۳۵۵ الف، ۳۵۹ الف- ۳۵۹ ب، ۴۰۲ الف، ۴۱۰ الف، ۴۱۶ الف

۸۵ حوالہ مذکور، اوراق ۳۰۹ ب-۳۱۰ الف، ۴۰۲ ب

۸۶ حوالہ مذکور، اوراق ۳۴۲ الف-۳۴۲ ب، ۳۴۶ الف-۳۴۷ الف، ۴۸۰ الف

۸۷ حوالہ مذکور، ورق ۴۸۰ ب

۸۸ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں میرا انگریزی مقالہ:

"Firuz Shah Thugluq's Attitude towards non-Muslims- A Reappraisal", *Islamic Culture*, 64/4, October, 1990, pp.65-79.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۹ عالم بن علاء الحنفی فقہ، اصولِ فقہ وعربی ادب کے ممتاز عالم تھے اور امیر تاتارخاں کے خاص مقربین میں سے تھے۔ مختلف تذکرہ نگاروں نے ان کا سنہ وفات مختلف (۶۸۲ھ، ۶۸۶ھ، ۷۸۶ھ) درج کیا ہے۔ لیکن فیروز شاہ تغلق (۷۵۲-۷۹۰ھ) سے معاصرت کے قطعی ثبوت کی وجہ سے مؤخر الذکر تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے، عفیف، ص ۳۹۱-۳۹۲، محمد غوثی شطاری، گلزار ابرار (اردو ترجمہ) لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۴۹۲-۴۹۳، حاجی خلیفہ چلپی، کشف الظنون، قاہرہ ۱۳۶۰ھ، ۱/ ۲۶۸، نزہۃ الخواطر، ۲/ ۶۴، عبدالاول، مفید المفتی، آسی پریس، لکھنؤ، ۱۳۲۶ھ، ص ۱۰۲

۹۰ عفیف، ص ۳۹۲، فتاوای تاتارخانی کے تفصیلی تعارف کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ریاست علی ندوی "کچھ فتاوای تاتارخانیہ کے متعلق" معارف، ۵۹/ ۳، مارچ ۱۹۴۷ء، ص ۱۶۵-۱۸۰

۹۱ گلزار ابرار، محولہ بالا، ص ۴۹۲-۴۹۳، نزہۃ الخواطر، ۲/ ۶۷

۹۲ کشف الظنون، ۱/ ۲۶۸

۹۳ الفتاویٰ التاتارخانیہ (مرتبہ قاضی سجاد حسین) دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۸۴ء، ۱/ ۶۸

۹۴ گلزار ابرار، ص ۴۹۲

۹۵ برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ص ۱۲۴

۹۶ الفتاویٰ التاتارخانیہ ۱/ ۳۶-۵۰ (مقدمہ)

۹۷ برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ص ۱۱۵-۱۱۶

۹۸ کشف الظنون، ۱/ ۲۶۸، مفید المفتی، ص ۱۰۲

۹۹ الفتاویٰ التاتارخانیہ، ۱/ ۸۰-۸۴، ۴۵۷-۴۵۹، ۲/ ۵۸، ۸۲، ۳/ ۱۷۳، ۱۷۱-۱۷۳، ۳۲۳، ۴/ ۲۵۸

۱۰۰ برصغیر پاک وہند میں علم فقہ، ص ۱۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۱۔ کشف الظنون، ۱/۳

۱۰۲۔ عبدالحئی الحسنی، نزہۃ الخواطر، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ۱۹۸۸ء، ۲/۱۶-۱۷

۱۰۳۔ فہرست عربی و فارسی مخطوطات خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۴ء، جلد ۳۳، ص ۴۰ (نمبر ۱۷۴۹)

۱۰۴۔ برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، ص ۱۷۱-۱۷۲

۱۰۵۔ حوالہ مذکور، ص ۱۶۷، ۱۸۰

۱۰۶۔ کشف الظنون، ۱/۳

۱۰۷۔ اخبار الاخیار، ص ۱۰۹، تذکرہ علماء ہند، ص ۹۷-۹۸، فقہاء ہند، ۱/۲۵۴-۲۵۶

۱۰۸۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ابن تیمیہ، الحسبہ فی الاسلام، قاہرہ، ۱۳۵۹ھ، ایم، ایس ناز، اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

۱۰۹۔ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، محولہ بالا، ص ۲۷۷-۲۷۸

۱۱۰۔ مطالب المومنین، مخطوطہ خدابخش لائبریری، نمبر ۱۷۲۰، ورق ۱۲۸ الف

۱۱۱۔ مجموع خانی، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، ذخیرہ سبحان اللہ ۲۹۷۳ء/ ۱۵، ۱۰ستھ، فہرست مخطوطات انڈیا آفس، ۲/۱۳۸۴-۱۳۸۵ (نمبر ۲۵۷۲-۲۵۷۳)

۱۱۲۔ حوالہ مذکور

۱۱۳۔ شرف بن محمد عطائی، فوائد فیروز شاہی، مخطوطہ علامہ شبلی نعمانی لائبریری، ندوۃ العلماء، لکھنؤ، نمبر ۳۶، ورق ۱۶۱ اب

۱۱۴۔ فوائد فیروز شاہی، ورق اب

۱۱۵۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۴ء، ۱۴/۷۷-۸۴ (نمبر ۱۲۲۵)

۱۱۶۔ سید عبدالحئی، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، ۱۹۵۸ء، ص ۱۰۸

۱۱۷۔ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتب خانہ ندوۃ العلماء، مرکز تحقیقات زبان فارسی در ہند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نئی دہلی، ۱۹۶۶ء، ص ۱۱۰، نمبر ۳۶

۱۱۸ ملاحظہ فرمائیں فہرست فارسی مخطوطات انڈیا آفس (مرتبہ ایتھ) ۱/۷۳۱-۷۳۲ (نمبر ۱۲۷۶) فہرست مخطوطات شیرانی لاہور ۱۹۶۹ء، ۲/۲۷۵، نمبر ۱۵۱۳، نیز دیکھیے الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۱۱

۱۱۹ شیخ یوسف گدا کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تذکرہ علماء ہند، ص ۲۵۶، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۴۔ نزہۃ الخواطر، ۲/۱۷۵

۱۲۰ K.M. Ashraf, *Life and Conditions of the People of Hindustan*, Delhi, 1970. p.21 (Introduction).

۱۲۱ اس کا لیتھو ایڈیشن بمبئی سے ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء، لاہور سے ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء اور دہلی سے ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲۲ فہرست مخطوطات شیرانی، ۲/۲۷۵ نمبر ۱۵۱۳

۱۲۳ تذکرہ علماء ہند، ص ۲۵۶، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۴، نزہۃ الخواطر، ۲/۱۷۵

۱۲۴ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، تاج کمپنی، نئی دہلی، ۱۹۸۷ء، ص ۴۳۳۔ نیز دیکھیے گلزار ابرار، ص ۴۹۲

۱۲۵ رکن الدین، طرفۃ الفقہاء، مخطوطہ علامہ شبلی نعمانی لائبریری، ندوۃ العلماء، نمبر ۹۸، اوراق ۱۸الف-۱۹الف

۱۲۶ طرفۃ الفقہاء، اوراق ۱۲۶الف، ۱۲۹ الف۔ ۱۳۰ ب، ۲۶۹ الف- ۲۷۱ ب، ۲۷۶ب، ۲۷۹الف

۱۲۷ فہرست مخطوطات شیرانی، ۲/۲۹۴، نمبر ۱۶۲۶

۱۲۸ اخبار الاخیار، ص ۱۸۰-۱۸۱، تذکرہ علماء ہند، ص ۸۸-۸۹

۱۲۹ تیسیر الاحکام، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) ذخیرہ حبیب گنج، فارسیہ، فقہ حنفیہ، نمبر ۱۷/۳۵، اوراق ۱ب-۲الف

۱۳۰ تذکرہ علماءِ ہند، ص ۵۳، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۱، نزہۃ الخواطر، ۲/ ۱۵۸، الثقافۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۰۵

۱۳۱ تذکرہ علماءِ ہند، ص ۱۵۱، محمد عبدالحیٔ، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبعۃ السعادہ، مصر ۱۳۲۴ھ، ص ۱۴۸، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۰-۲۹۱، نزہۃ الخواطر، ۲/۹۲-۹۳، ۹۶، فقہائے ہند، ۱/۲۵۲-۲۵۴

۱۳۲ نزہۃ الخواطر، ۲/۳۳، فقہائے ہند، ۱/۲۰۹، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۰۵

۱۳۳ تذکرہ علماء ہند، ص ۷۶، نزہۃ الخواطر، ۲/۱۵۴-۱۵۵، فقہائے ہند، ۱/۲۹۹

۱۳۴ اخبار الاخیار، ص ۱۴۴، تذکرہ علماء ہند، ص ۲۲۸-۲۲۹، حدائق الحنفیہ، ص ۳۰۴-۳۰۵، نزہۃ الخواطر، ۲/۱۶۱

۱۳۵ اخبار الاخیار، ص ۱۵۰، تذکرہ علماءِ ہند، ص ۲۵۶، حدائق الحنفیہ، ص ۲۹۸، نزہۃ الخواطر، ۲/۱۷۴-۱۷۵، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس شرح کا نام ''توجیہ الکلام'' کے بجائے ''توجیہ الافکار'' ذکر کیا ہے۔

۱۳۶ تذکرہ علماء ہند، ص ۷۶، نزہۃ الخواطر، ۲/۱۵۴-۱۵۵، فقہائے ہند، ۱/۲۹۹

۱۳۷ برنی، تاریخ فیروز شاہی، ص ۲۹۰، القلقشندی، ۵/۶۹، شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان، دہلی، ۱۹۵۶، ص ۱۴۷-۱۴۸، صباح الدین عبدالرحمٰن، ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء، ص ۱۰-۱۱

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

عربی کتب:

ابن بطوطہ — رحلہ ابن بطوطہ، دارصادر، بیروت، ۱۹۶۴ء

ابن تیمیہ — الحسبہ فی الاسلام، قاہرہ، ۱۳۵۹ھ

ابومحمد عبدالقادر القرشی — الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، (بدون تاریخ)

احمد بن علی القلقشندی — صبح الاعشیٰ، الجزء الخامس، القاہرہ، ۱۹۱۵ء

اسمٰعیل باشا بن محمد امین — ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، مطبعہ بہیہ، استنبول، ۱۹۴۷ء

بدر بن تاج لاہوری — مطالب المومنین، مخطوطہ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، نمبر ۱۷۲۰

جلال الدین تھانیسری — رسالہ در بیع آراضی، مخطوطہ شیفتہ کلکشن، نمبر ۲۶/۲۴، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

جلال الدین سیوطی — الاتقان فی علوم القرآن، مطبعہ حجازی، القاہرہ، ۱۳۶۸ھ

حسن بن محمد الصغانی — الشوارد فی اللغة (تحقیق عدنان عبدالرحمٰن الدوری) مطبعۃ المجمع العلمی العراقی، ۱۹۸۳ء

حسن بن محمد نظام نیشاپوری — غرائب القرآن و رغائب الفرقان، المطبوع علی حاشیة طبری، مطبعہ میمنیہ، مصر، ۱۳۲۱ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ چلپی	کشف الظنون، المجلد الاول، مطبع معارف، استنبول، ۱۹۴۱ء
داؤد بن یوسف الخطیب	الفتاویٰ الغیاثیة، بولاق، مصر، ۱۹۰۹ء
سید عبدالحیٔ	الثقافة الاسلامیه فی الهند، دمشق، ۱۹۵۸ء
سید عبدالحیٔ	نزهة الخواطر، الجزءالاول، الثانی، الثالث، الرابع، دائرة المعارف العثمانیه، حیدرآباد، ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۸۹ء
شہاب الدین العمری	مسالک الابصار (عربی متن در: خورشید احمد فارق، تاریخ ہند پر ایک نئی روشنی- عربی کی ایک قلمی کتاب سے) ندوۃ المصنفین، دہلی (بدون تاریخ)
صدیق حسن خان	ابجدالعلوم، مطبعہ صدیقیہ، بھوپال، ۱۲۹۵ھ
عالم بن العلاء الحنفی	الفتاویٰ التاتارخانیه (مرتبہ قاضی سجاد حسین)، ۵ جلدیں، دائرة المعارف العثمانیه، حیدرآباد، ۱۹۸۴-۱۹۸۹ء
عبدالحمید الفراہی	دلائل النظام، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر (اعظم گڑھ)، ۱۳۸۸ھ
عبدالکریم السمعانی	کتاب الانساب، لائیڈن، ۱۹۱۲ء
عمر بن محمد السنامی (ضیاءالدین)	نصاب الاحتساب، مخطوطہ سبحان اللہ کلکشن، فقہ عربی، نمبر ۲۹۳ء/۳/۵۴، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
عدنان زرزور	علوم القرآن، بیروت، ۱۹۸۴ء
غلام علی آزاد بلگرامی	سبحة المرجان، معہدالدراسات الاسلامیہ، علی گڑھ، ۱۹۷۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القاضی اطہر المبارک پوری — العقد الثمین فی فتوح الهند و من ورد فیها من الصحابة و التابعین، مطبعہ حمیدیہ، سرائے میر، ۱۹۶۸ء

محمد جعفر بوبکانی — المتانة فی مرمة الخزانة، سندھ ادبی بورڈ، کراچی، ۱۹۶۲ء

محمد حسین ذہبی — التفسیر و المفسرون، القاہرہ، ۱۹۶۱ء

محمد خالد علی — مساهمة الهند باللغة العربية فی ادب الحديث النبوی حتی عام ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء (غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی مقالہ) دسمبر ۱۹۹۲ء

محمد عبدالحئ — طرب الاماثل بتراجم الافاضل، مطبع دبدبہ احمد، لکھنؤ (بدون تاریخ)

محمد عبدالحئ — الفوائد البهية فی تراجم الحنفيه، مطبعہ سعادہ، مصر، ۱۳۲۴ھ

یوسف الیان سرکیس — معجم المطبوعات العربيه و المعربه، المجلد الثانی، مصر، ۱۹۲۸ء

فارسی کتب:

احمد یادگار — تاریخ شاہی، کلکتہ، ۱۹۳۹ء

امیر حسن سجزی — فوائد الفواد (تصحیح محمد لطیف)، لاہور، ۱۹۶۶ء

حمید قلندر (مرتب) — خیر المجالس (ملفوظات شیخ نصیر الدین چراغ دہلی) بہ تصحیح پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ (بدون تاریخ)

رحمان علی — تذکرہ علماء ہند، نول کشور، ۱۹۱۴ء

رزق اللہ مشتاقی — واقعات مشتاقی، روٹوگراف نمبر ۳ (مخطوطہ برٹش میوزیم) ریسرچ لائبریری، شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکن الدین ملتانی	طرفۃ الفقہاء، مخطوطہ علامہ شبلی نعمانی لائبریری، ندوۃ العلماء، (لکھنؤ) نمبر ۹۸
——	سرور الصدور (ملفوظات شیخ حمید الدین ناگوری)، مخطوطہ حبیب گنج کلکشن نمبر ۲۱/۱۶۸، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
——	سیرت فیروز شاہی، نقل (مخطوطہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ) یونیورسٹی کلکشن نمبر ۱۱۱، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
شرف بن محمد العطائی	فوائد فیروز شاہی، مخطوطہ علامہ شبلی نعمانی لائبریری، ندوۃ العلماء، نمبر ۳۶
شمس سراج عفیف	تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۹۰ء
شہاب الدین دولت آبادی	تیسیر الاحکام، مخطوطہ حبیب گنج کلکشن، فارسیہ، فقہ حنفیہ، نمبر ۱۷/۳۵، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
صدر الدین یعقوب مظفر کہرامی (مرتب)	فتاوای فیروز شاہی، مخطوطہ یونیورسٹی کلکشن نمبر ۲۶۰، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
ضیاء الدین برنی	تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، ۱۸۶۲ء/شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۵۷ء (حصہ اول)
عبدالحق محدث دہلوی	اخبار الاخیار، مطبع محمدی، دہلی، ۱۲۸۳ھ
عبدالقادر بدایونی	منتخب التواریخ، جلد دوم وسوم، کلکتہ، ۱۸۶۵ء، ۱۸۶۹ء
عبداللہ	تاریخ داؤدی (تصحیح پروفیسر عبدالرشید)، علی گڑھ (بدون تاریخ)
عزالدین عصامی	فتوح السلاطین، مدراس، ۱۹۴۸ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عین الدین ماہرو	انشاء ماہرو (تصحیح پروفیسر عبدالرشید)، علی گڑھ (بدون تاریخ)
غلام علی آزاد بلگرامی	مآثر الکرام، آگرہ، ۱۹۱۰ء
—	فتوحات فیروز شاہی (تصحیح پروفیسر عبدالرشید)، علی گڑھ، ۱۹۵۴ء
فخر مدبر	تاریخ فخرالدین مبارک شاہ (تحقیق و تصحیح ڈینی سن راس)، کلکتہ، ۱۹۳۷ء
فضل اللہ جمالی	سیر العارفین، مطبع رضوی، دہلی، ۱۳۱۱ھ
—	فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، کتاب خانۂ ندوۃ العلماء، مرکز تحقیقات زبان فارسی در ہند، نئی دہلی، ۱۹۸۶ء
قاضی سجاد حسین (مرتب)	سراج الہدایہ (ملفوظات جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت)، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء
محمد بن مبارک کرمانی (میر خورد)	سیر الاولیاء، لاہور، ۱۹۷۸ء
محمد غوثی شطاری	گلزار ابرار، مخطوطہ حبیب گنج کلکشن، نمبر ۲۲/۵، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ	تاریخ فرشتہ، مطبع نول کشور، ۱۲۸۱ھ
منہاج السراج	طبقات ناصری (تصحیح عبدالحئ حبیبی)، کابل، ۱۹۶۴ء
نظام الدین احمد بخشی	طبقات اکبری، مطبع نول کشور، ۱۸۷۹ء
نورالحق دہلوی	زبدۃ التواریخ، روٹوگراف نمبر ۱۸ (مخطوطہ برٹش میوزیم) ریسرچ لائبریری، شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
یحییٰ بن احمد سہرندی	تاریخ مبارک شاہی، کلکتہ، ۱۹۳۱ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوسف گدا — تحفۃ النصائح، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن، نمبر ۱۲۷۶، (ایتھ ۱/۷۳۱-۷۳۲)

اردو کتب:

ابوالحسنات ندوی — ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء

ابوظفر ندوی — تاریخ سندھ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء

ابوظفر ندوی — گجرات کی تمدنی تاریخ (مسلمانوں کے عہد میں)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء

خلیق احمد نظامی — سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۸۱ء

ذکاء اللہ — تاریخ ہندوستان، شمس المطابع، دہلی، ۱۸۹۸ء

راغب الطباخ / اردو مترجم: افتخار احمد بلخی — تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۳ء

سید سلیمان ندوی — مقالات سلیمان، جلد دوم، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء

سید عبدالحئ / اردو مترجم: ابوالعرفان ندوی — اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند کا اردو ترجمہ)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء

شبلی نعمانی — سیرۃ النعمان، دہلی، ۱۹۵۶ء

صباح الدین عبدالرحمٰن — ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۱۹۷۰ء

ظفر الاسلام اصلاحی — تعلیم عہد اسلامی کے ہندوستان میں، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالاول — مفیدالمفتی، آسی پریس، لکھنؤ، ۱۳۲۶ھ

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی — مخدوم علی مہائمی (حیات، آثار و افکار)، نقش کوکن پبلیکیشن ٹرسٹ، بمبئی، ۱۹۷۶ء

فقیر محمد جھیلمی — حدائق الحنفیہ، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۰۶ء

— فہرست کتب عربی، فارسی و اردو، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد (تین جلدیں)، حیدرآباد، ۱۳۳۲ھ-۱۳۴۷ھ

— فہرست مخطوطات شیرانی، جلد دوم، لاہور، ۱۹۶۹ء

قاضی اطہر مبارک پوری — ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۶۷ء

محمد اسحاق/ اردو مترجم: شاہد حسین رزاقی — علم حدیث میں برعظیم پاک و ہند کا حصہ، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۳ء

محمد اسحاق بھٹی — برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ، لاہور، ۱۹۷۳ء

محمد اسحاق بھٹی — فقہاء ہند، جلد اول، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۷۴ء

محمد اکرام — آب کوثر، لاہور، ۱۹۵۲ء

محمد الخضری/ اردو مترجم: عبدالسلام ندوی — تاریخ فقہ اسلامی (تاریخ التشریع الاسلامی کا اردو ترجمہ)، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۷۳ء

ایم-ایس-ناز — اسلامی ریاست میں محتسب کا کردار، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

محمد سالم قدوائی — ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، ۱۹۷۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد عارف اعظمی عمری — تذکرہ مفسرین ہند، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۶ء

محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ / اردو مترجم: عبدالحئی خواجہ • تاریخ فرشتہ، مکتبہ ملت، دیوبند (بدون تاریخ)

مناظر احسن گیلانی — ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۴۴ء

نظامی بدایونی — قاموس المشاہیر، نظامی پریس، بدایوں، ۱۹۲۲ء

English Books:

Abdul Hamid — *Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in the Khuda Bakhsh Oriental Public Library,* Vol.33, Patna, 1994

Abdul Muqtadir — *Catalogue of the Arabic & Persian Manuscripts in the Khuda Bakhsh Oriental Public Library,* Vol. 14, Patna, 1994

Agha Mahdi Husain — *Tughlaq Dynasty,* Calcutta, 1984

— *Encyclopaedia of Islam* (New Edition), Vol.6, E.J. Brill, Lieden, 1991

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

H.Ethe — *Catalogue of the Persian Manuscripts in the Library of India Office*,2 Vols. Oxford, 1903, 1937

Khaliq Ahmad Nizami — *Life and Times of Shaikh Fariduddin Ganj-i-Shakar*, Deptt. of History, A.M.U. Aligarh, 1955

Khaliq Ahmad Nizami — *Some Aspects of Religion and Politics in India during the Thirteenth Century*, Delhi, 1974

K.M.Ashraf — *Life and Conditions of the People of Hindustan*, Delhi, 1970

Mian Muhammad Saeed — *The Sharqi Kingdom of Jaunpur*, Karachi, 1992

Muhammad Hamidullah Khan — *The Schools of Islamic Jurisprudence*, Kitab Bhawan, New Delhi, 1991

N.N.Law — *Promotion of Learning during Muhammadan Rule in India*, Delhi, 1973

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

W.Ivanow — *Catalogue of the Arabic Manuscripts in the Collection of the Royal Asiatic Society of Bengal*, Calcutta, 1939

W.Ivanow — *Descriptive Catalogue of the Persian Manuscripts in the Collection of the Asiatic Society of Bengal*, Calcutta, 1924

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظفر الاسلام اصلاحی کی دوسری مصنفہ ومرتبہ کتابیں

☆ کتابیاتِ فراہی

ادارہ علوم القرآن

سرسید نگر، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۱۹۹۱ء/صفحات-۸۰/قیمت-۱۵روپیے

☆ اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ-عہدِ فیروز شاہی کے ہندوستان میں

ادارہ علوم اسلامیہ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۱۹۹۸ء/صفحات-۱۴۹/قیمت-۶۵روپیے

☆ سرسید وایم-اے-او کالج اور دینی ومشرقی علوم

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۷۸۱، حوض سوئیوالان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۱ء/صفحات-۱۵۲/قیمت-۶۰روپیے

☆ سلاطینِ دہلی اور شریعت اسلامیہ-ایک مختصر جائزہ

تقسیم کار: مکتبہ اسلام

نشیمن مارکیٹ، میڈیکل روڈ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۲ء/صفحات-۱۳۶/قیمت-۷۵روپیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ قرآن اور سائنس - سیمینار مقالات

(مرتبہ عبدالعلی وظفر الاسلام)

ادارہ علوم اسلامیہ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۳ء/صفحات-۳۲۰/قیمت-۱۵۰ روپے

☆ فکرِ اسلامی کے فروغ میں شیخ احمد سرہندیؒ کی خدمات - سیمینار مقالات

(مرتبہ عبدالعلی وظفر الاسلام)

ادارہ علوم اسلامیہ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۵ء/صفحات-۲۱۰/قیمت-۱۵۰ روپے

☆ اشاریہ ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ (۱۹۸۵-۲۰۰۳ء)

ادارہ علوم القرآن

شبلی باغ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۵ء/صفحات-۵۴/قیمت-۲۰ روپے

☆ تعلیم عہدِ اسلامی کے ہندوستان میں

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی

اعظم گڑھ-۲۷۶۰۰۱

سنِ اشاعت-۲۰۰۷ء/صفحات-۱۴۴/قیمت-۱۰۰ روپے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ قرآن مجید کا مقام و مرتبہ اور اس کے تقاضے

حلقہ درس قرآن

ایس-ایس منزل 1184/F-1، نیو سرسید نگر، علی گڑھ

سنِ اشاعت-۲۰۰۷ء/صفحات-۱۱۲ (اشاعت برائے ہدیہ)

☆ قرآنی افکار و تعلیمات اور موجودہ دور میں ان کی معنویت

یونیورسل بک ہاؤس

شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۸ء/صفحات-۱۲۸/قیمت-۵۰ روپے

☆ مطالعاتِ سرسید (تعلیمی، سماجی و فقہی مسائل کے حوالے سے)

29062

ادارہ علوم اسلامیہ

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۸ء/صفحات-۱۶۰/قیمت-۱۲۵ روپے

☆ عہد اسلامی کے ہندوستان میں معاشرت، معیشت اور حکومت کے مسائل
(علماء کی فقہی تشریحات اور حکمرانوں کے اقدامات کا مطالعہ)

اسلامک بک فاؤنڈیشن

۱۷۸۱، حوض سوئیوالان، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

سنِ اشاعت-۲۰۰۹ء/صفحات-۲۰۰/قیمت-۱۲۰ روپے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ قرآنی دروس (حصہ اول)

حلقہ درس قرآن

اسلام منزل، اسٹریٹ نمبر ۸، اقرا کالونی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سن اشاعت-۲۰۱۰ء، صفحات-۸۸، قیمت-۵۰ روپیے

☆ Socio-Economic Dimension of Fiqh Literature in Medieval India

Research Cell, Dyal Sing Trust Library

Nisbat Road, Lahore,

Year of Publication:1990

Pages: 152 Price: Rs 90/-

☆ Fatawa Literature of the Sultanate Period

Kanishka Publishers & Distributors

4697/5-21A, Ansari Road, Daryaganj, New Delhi-110002

Year of Publication:2005

Pages: 132 Price: Rs 350/-

☆ Role of Muslims in the Freedom Movement of India

(Seminar Papers / Edited by: Abdul Ali and Zafarul Islam)

Institue of Islamic Studies

Aligarh Muslim University, Aligarh-202002

Year of Publication: 2007

Pages: 235 Price: Rs 145/-

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہؒ — حیات فکر اور خدمات

ترتیب وتدوین: محمد طاہر منصوری، عبدالحئی ابڑو

اُمت مسلمہ نوآبادیاتی دور سے نکلنے کے بعد اپنے دینی وتہذیبی تشخص کے احیاء کے لیے کوشاں ہے اور اس جدوجہد کے اثرات مسلم دنیا میں محسوس کیے جارہے ہیں۔ عامۃ المسلمین جہاں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تشکیل دینے کے عمل میں مصروف ہیں، وہیں ادارتی سطح پر وہ اپنے تعلیمی، سیاسی، اقتصادی، قانونی اور عدالتی نظام کو بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ مسلم اہل دانش اس مقصد کے لیے اجتہاد وبصیرت اور اپنی پُرثروت روایت سے کام لے کر پیش آمدہ چیلنجوں کا حل تلاش کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں یکے بعد دیگرے کوالالمپور اور اسلام آباد میں پچھلے چند برسوں میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہؒ کے کارنامۂ علم ودانش کی یاد تازہ کرنے کے لیے کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا۔ زیرِنظر کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کانفرنس (اسلام آباد) کے منتخب مقالات یک جا کیے گئے ہیں۔

جاذب نظر سرورق، عمدہ جلد سازی، اعلیٰ کاغذ، معیاری طباعت ○ قیمت: -/150

معجم — اصطلاحاتِ حدیث

مرتب: ڈاکٹر سہیل حسن

آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت واطاعت کا تقاضا تھا کہ اُن ﷺ کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ کرلیا جاتا اور یہ ذمہ داری صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور اتباع تابعینؒ نے بہ حسن وخوبی انجام دی تھی۔ انہوں نے آنے والی نسلوں کے لیے حدیثِ رسول ﷺ کا گراں قدر ذخیرہ محفوظ کردیا۔ محدثینِ کرامؒ اپنے اپنے ذوق واستطاعت اور مسلم معاشرے کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے تحت ہر دور میں حدیثِ رسول ﷺ کی ترویج واشاعت کے لیے کوشاں رہے۔ اُن کے غور وفکر اور کدوکاوش کے نتیجے میں حدیث کی اصطلاحات وضع ہوئیں اور ''اصولِ حدیث'' نے ایک باقاعدہ ''علم'' کی شکل اختیار کرلی۔

گزشتہ دس پندرہ برسوں میں ''اصولِ حدیث'' پر عربی اور بعض دوسری زبانوں میں معاجم کی شکل میں چند کتابیں مرتب کی گئی ہیں۔ اُردو میں بھی ایک ایسی ہی جامع کاوش کی ضرورت تھی۔ اس پسِ منظر میں معجم اصطلاحاتِ حدیث پیش کی جارہی ہے۔

جاذب نظر سرورق، عمدہ طباعت، اعلیٰ کاغذ، معیاری جلد بندی ○ مناسب قیمت: -/300

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سلاطینِ دہلی اور شریعت اسلامیہ۔ ایک مختصر جائزہ

از: ظفر الاسلام اصلاحی

''سلاطینِ دہلی اور شریعتِ اسلامیہ'' ہندوستان میں مسلم عہدِ حکومت کے ایک اہم پہلو سے تعلق رکھتی ہے۔ اس عہد کا اولین حصہ دہلی سلطنت (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے نام سے معروف ہے۔ یہ عہد سیاسی وانتظامی، دینی وعلمی، معاشرتی وتمدنی مختلف اعتبار سے اہمیت کا حامل رہا ہے۔ سلاطینِ دہلی نے درباری زندگی، انتظامی امور، سماجی معاملات اور جرم وسزا کے باب میں کس حد تک احکامِ شریعت کی پیروی کی اور کن کن معاملات میں ان سے شرعی قوانین کی خلاف ورزی سرزد ہوئی اس کتاب میں مصنف نے انہی امور سے بحث کی ہے اور تاریخ کے مستند مآخذ سے اپنے بیانات کو مستحکم کیا ہے۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت شاہانہ نظام پر قائم تھی، سلاطین کے دربار پر ایرانی روایات کی چھاپ تھی، ان کی زندگی کے مختلف شعبوں میں کچھ غیر اسلامی روایات بھی دخیل تھیں اور حکومت کے نظم ونسق میں ترکوں کی قدیم روایات کے علاوہ کسی حد تک مقامی اثرات بھی پائے جاتے تھے۔ لیکن ان سب کے باوجود یہ حکمراں مسلم تھے اور اصولی طور پر وہ شریعت کی بالادستی تسلیم کرتے تھے اور مختلف ذرائع سے اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ اس لیے عہدِ سلطنت کا مطالعہ اس پہلو سے دلچسپی واہمیت سے خالی نہیں کہ اس عہد کے حکمرانوں نے روزمرہ زندگی میں کس حد تک مذہب سے رہنمائی حاصل کی اور ان کی حکومت کے اصول وضوابط (State Law) اور انتظامی اقدامات کہاں تک شریعت کے مطابق تھے۔ ظاہر ہے کہ تصویر کا دوسرا رخ (یعنی شرعی حدود سے تجاوز کی مثالیں) دکھائے بغیر یہ مطالعہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس کتاب میں مصنف نے تصویر کا دونوں رخ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اس کتاب میں ہندو پاک میں مسلم عہدِ حکومت پر ایک نئے زاویہ سے نظر ڈالی گئی ہے اور یہ ایک ایسا موضوع ہے جو جدید تاریخی کتب میں بہت کم زیر بحث آتا ہے۔ اس کتاب کے مباحث درج ذیل چھ ابواب میں منقسم ہیں:

۱- فقہ اسلامی اور فقہی مسائل میں سلاطینِ ہند کی دلچسپی
۲- سلاطینِ دہلی اور شریعت کی پاسداری
۳- سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات اور حکومت پر ان کے اثرات
۴- سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں حکومت وشریعت کا تعلق
۵- سلطان فیروز شاہ تغلق اور شرعی قوانین کا نفاذ
۶- جرم وسزا عہدِ سلطنت میں- شریعت کی روشنی میں ایک جائزہ

کتاب کے آخر میں ''سلاطینِ ہند کا زمانہ حکومت- ایک نظر میں'' کے عنوان سے ایک ضمیمہ ہے جس میں محمد بن قاسم سے بہادر شاہ ظفر تک کے تمام مسلم حکمرانوں کا عہدِ حکومت سن ہجری وعیسوی دونوں میں مندرج ہے۔

۱۳۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۷۵ روپے (Rs.75/-) ہے اور یہ درج ذیل پتے پر دستیاب ہے:

☆ مکتبۂ اسلام، نشیمن مارکیٹ، میڈیکل روڈ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۱

☆ مکتبہ جامعہ لیمیٹڈ، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ

☆ اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۷۸۱، حوض س

297
1528
29042-10-06

اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی
Islamic Book Foundation
AN INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATIONS
1781, Hauz Suiwalan, New Delhi-110 002

₹ 120/-